دو لطیفوں سے کنایہ ہیں جو کہ لطائف کے سردار ہیں (یعنی) عالمِ امر کے لطائف خمسہ کا سردار قلب ہے اور عالمِ خلق کے لطائفِ خمسہ کا سردار نفس ہے، نفس اہلِ بدعت کے بادشاہ سے مناسبت رکھتا ہے اور وہ جو عالمِ امر سے ہے وہ اہلِ سنت کے بادشاہ سے مناسبت رکھتا ہے اور ان دو بادشاہوں کا توبہ کرنا اور توجہ لینا اور آپ کے ہمراہ حرمین شریفین تک جانا اور ایک کا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھنا گویا ان دونوں لطیفوں کے تزکیہ سے کنایہ ہے اور ان کا کمال تک پہنچنا اور اس طریقۂ عالیہ سے حصہ پانا اور حرمین شریفین جانا عروج کے ساتھ مماثلت رکھتا ہے اور اس فقیر کے اشارہ سے پھر وطن آنا نزول کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ خواب و حال صحیح ہونے کی صورت میں بشارت سے زیادہ نہیں ہے قوت و استعداد کی بشارت دینے والا ہے غالب طور پر حصول کی دلیل نہیں ہے سخت محنت کرنی چاہئے تاکہ معاملہ قوت سے فعل میں آ جائے اور گوش سے آغوش تک پہنچے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ ۱۴۷

مکتوب ۱۰۴

شیخ محمد اللہ رکھا سرہندی کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو خط ازراہِ شوق و محبت بھیجا تھا وہ پہنچ کر مسرت بخش ہوا، امید ہے کہ شوق کی آگ مشتعل اور محبت کا شعلہ سر بلند ہوگا تاکہ ماسوا سے پوری طرح آزاد کر دے اور قرب کی منازل تک پہنچائے اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ معمور رکھیں اور قبر و قیامت کا زادِ راہ تیار کریں، پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کو مضبوط پکڑیں اور بدعت و اہلِ بدعت سے الگ رہیں اَھْلُ الْبِدْعَۃِ کِلَابُ اَھْلِ النَّارِ (اہلِ بدعت دوزخیوں کے کتے ہیں) آپ نے سنا ہوگا، اے سعادت آثار! میاں محمد باقر وہاں پر غنیمت ہیں ان کے ساتھ صحبت رکھیں اور (ان سے) توجہ لیں اور فقیر کا سلام پہنچائیں، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۰۵

میر شرف الدین حسین اندجانی کے نام اس معاملہ کے بارے میں جو کہ ظلال و اصول سے ماوراء ہے

مع آیۂ کریمہ یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ الآیہ کی تاویل میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے فقراء کے احوال حمد کے لائق ہیں امید ہے کہ آں عزیز (آپ) بھی عافیت و جمعیت سے ہوں گے اور طریقۂ پسندیدہ پر قائم ہوں گے اور ظل سے اصل کی طرف آئیں گے بلکہ اصل کو بھی ظل کی طرح پیچھے چھوڑ دیں گے اور جو کمال کہ ہمارے نزدیک معتبر ہے وہ ظلال و اصول سے ماوراء ہے اصل (بھی) ظل کی طرح اس دولت سرائے راستہ میں ہے، وَفِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ [اور اس میں رغبت کرنے والوں کو رغبت کرنی چاہیے] اصول سے گذرنے کے بعد معاملہ ذاتِ تعالیٰ کے ساتھ ہے، ذاتِ تعالیٰ یا اعتبارات میں سے کسی اعتبار سے ماخوذ ہے کہ جس کی تعبیر رَحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ [مہر لگی ہوئی خالص شراب] سے کی گئی ہے یعنی خوشبودار خالص شراب خِتٰمُهٗ مِسْكٌ [اس کو مشک سے مہر کیا گیا ہے] اُس کے برتنوں پر مشک کی مہر ہے، خالص خوشبودار شراب، گویا اشارہ اس چیز کے ساتھ ہے کہ تعلق اور رنگوں کی مناسبت سے خالص ہے اس لئے کہ دائرہ ظل چونکہ عالمِ امکان کی اصل و مبدأ ہے عالمِ امکان کے ساتھ اس کا کچھ تعلق موجود ہے اور دائرہ اصل دائرۂ ظل کی اصل ہے (اس لئے) اس کو بھی ایک گونہ مناسبت اس عالم کے ساتھ ثابت ہے اور رَحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ (مہر لگی ہوئی خالص شراب) اس تعلق و مناسبت سے بالاتر اور آزاد ہے اور اس شراب کے برتن ابرار کے باطن ہیں اور ختام مسک (مشک کی مہر) محبتِ ذاتی ہے جو کہ شرکت سویٰ ہے کہ اغیار کے وصول کی مانع ہے جو کہ اس محبت کو نہیں پہنچے ہیں اور عالمِ سفلی کے محبوس ہیں اور ظلال کی قید اور اصول کی چاردیواری میں ہیں اور چونکہ ذات اس مقام میں اعتبار سے ماخوذ ہے مثلاً اعتبارِ مسجودیت وغیرہ، اس کی تعبیر مِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ [اس کو تسنیم (جنت کی ایک نہر) سے مرکب کیا گیا ہے] سے کی گئی ہے اور یا نسبتوں اور اعتبارات سے خالی و مجرد ذات (مراد) ہے کہ اُس مقام کا حصہ مقربین کے لئے ہے جیسا کہ ارشاد ہے) عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ [وہ ایک چشمہ ہے جس سے مقربین پیتے ہیں] اس قسم کی محبتِ ذاتی جو اعتبارات کی آمیزش کے بغیر ہے مقربین کی روزی ہے، والسلام

مطففین ۸۳ ۲۶ ۱۲۸

مکتوب ۱۰۶

مرزا محمد تقی کے نام بلند ہمتی اور محبوبِ حقیقی جلّت عظمتہٗ کے ماسوا کی طرف متوجہ ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وحمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ گرامی نامہ نے مشرف کیا

سلامتی و عافیت کے ساتھ رہیں اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ کے طریقہ پر قائم رہیں اور صورت سے حقیقت کی طرف آئیں اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہوں، کسی نے خوب کہا ہے ؎

قومے ز وجودِ خویش فانی رفتہ ز حروف در معانی

[ایک قوم اپنے وجود سے فانی (بے خبر) ہے وہ حروف سے معانی کے اندر چلی گئی ہے]

اعلیٰ ہمتی اور بلند فطرتی ایک ایسے مطلب کو چاہتی ہے جو کہ دوام و ہمیشگی کے ساتھ موصوف ہو اور فنا و زوال کی گرد اُس کے پاک دامن کو نہ پہنچی ہو اور جو چیز کہ ہلاکت کے مقام میں ہے وہ قابلِ توجہ نہیں ہے اس کا تعلق و گرفتاری بُعد و حرمان کا باعث ہے، حق سبحانہ نے اس عظمت و کبریائی کے باوجود بندوں کو کمال بندہ نوازی سے اپنی بارگاہِ قدس میں انبیاء علیہم الصلوات والبرکات کی زبان سے ۴۹
دعوت دی ہے اور وصول کی راہ کو بیان و واضح کیا، افسوس ہے کہ (انسان) اس قسم کی دعوت سے چشم پوشی اور روگردانی کر کے نفس و شیطان کی دعوت میں آئے، قرب کی دولت اور وصال کی لذت سے محروم ہو کر عذاب و ناامیدی کی طرف مائل ہو، وہ لذت جناتِ نعیم کی لذتوں سے زیادہ ہے اور عذاب دوزخ کے عذاب سے بدتر ہے فَفِرُّوا إِلَى اللَّهِ إِنِّي لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ مُبِينٌ [پس تم اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑو بیشک میں تم لوگوں کو اس سے کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں] ۵۰ میرے مکرم و شفقت آثار! آپ نے جو کچھ مُلا معلوم کی زبانی کہلوایا تھا اس نے پہنچایا، آپ کو معلوم ہو کہ فقیر اس امر میں دعا و توجہ سے دریغ نہیں رکھتا اور حضرات خواجگان کا ختم جماعت کے ساتھ کرایا ہے، امیدوار ہے کہ قبولیت کے آثار ظاہر ہوں گے اور تیر نشانہ پر پہنچے گا انہ قریب مجیب [بیشک وہ قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے] والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۱۰۷

سیادت مآب سید اسرائیل کے نام مطلب کی بلندی اور طالب کے عجز کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے فقراء کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں امید ہے کہ آنجناب بھی عافیت و جمعیت سے ہوں گے اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ کے طریقہ پر قائم ہوں گے اور دوستوں کو دعائے خیر سے فراموش نہیں کرتے ہوں گے۔ آپ کی بیماری کی بابت سن کر دوستوں کا دل غمگین ہوا، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ سنا گیا ہے کہ اب آپ روبصحت ہیں، میرے مکرم! کیا کہا جائے اور کیا لکھا جائے کہ مطلوب کے الطاف تحریر سے

بالاتر ہیں اور محبوب کی عنایات بیان سے باہر ہیں، جبتک اس نے جلوہ نہیں فرمایا ہے طالب بیچارہ اس کی جستجو میں ہے اس کے روح پرور نغمات، اور روح افزا حکایت کے ساتھ مانوس و مالوف ہے اور جب وہ جلوہ گر ہو جاتا ہے غمزدہ سالک صحرائے عدم کا رُخ کر لیتا ہے اور کَلَّ لِسَانُہٗ [اس کی زبان گونگی ہوگئی] کا مصداق ہو جاتا ہے اس کے بعد کون کہے اور کون سُنے اور کون پائے اور کیا پائے ؎

گیرم کہ بغمخانۂ ما یار خرامد — کو حوصلہ و طاقتِ دیدار کہ دارد

[میں مانتا ہوں کہ ہمارے غمخانۂ دل میں محبوب خوش خرام ہے لیکن اس کے دیدار کا حوصلہ و طاقت کس کو ہے]

پس وہی ذات ہے کہ جس نے اپنی تعریف خود کی ہے اور اپنی ذات کی حمد بذاتِ خود کی ہے پس وہی حامد و محمود ہے اور حمدِ مقصود ہے اس کے ماسوا سب قاصر ہیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۰۸

شیخ بایزید سہارنپوری کے نام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی حقیقت اور اس چیز کے بارے میں تحریر فرمایا جو مقام نفی و اثبات سے تعلق رکھتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ وارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ کا مکتوب، مرغوب پہنچکر مسرت بخش ہوا، اللہ تعالیٰ جمعیت و عافیت کے ساتھ رکھے اور اپنے پسندیدہ طریقہ پر استقامت بخشے، استقامت بہت بڑا کام ہے، بزرگوں نے کہا ہے اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ، [استقامت کرامت پر فوقیت رکھتی ہے] شَیَّبَتْنِیْ سُوْرَۃُ ھُوْدٍ[1] [مجھ کو سورہ ہود نے بوڑھا کر دیا] آپ نے سنا ہوگا، آپ نے زمانے کے عذرات لکھے تھے، بیشک اَلْاُمُوْرُ کُلُّھَا مَرْھُوْنَۃٌ بِاَوْقَاتِھَا لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ [تمام امور اپنے وقتوں کے ساتھ مقید ہیں، ہر کام کا ایک وقت معین ہے]۔ آپ نے لکھا تھا کہ میں حال میں دیکھتا ہوں کہ حرم کے اندر خانۂ کعبہ کے دروازے کے متصل معتکف ہوں اور میرے متعلقین کعبہ کے اندر ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کعبہ کو مجھے عنایت کر دیا گیا ہے اور مجھ کو کعبہ کے ساتھ نسبت خاص حاصل ہوگئی ہے۔ یہ ایک نادر بشارت ہے اللہ تعالیٰ اس کے انوار و برکات سے کامل حصہ عطا فرمائے اور کعبۂ مقصود تک پہنچائے، اور اس قبر بیت اللہ کی حقیقت کے ساتھ

---

[1] ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا شِبْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ [یا رسول اللہ آپ بوڑھے ہوگئے] اس کے جواب میں آپ نے یہ فرمایا۔

انجاز عطا فرمائے، فقیر اس بارے میں بقدرِ طاقت متوجہ ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور یہ جو کلمۂ طیبہ بلا قصد زبان پر جاری ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی خاص طرز کے ساتھ بغیر اس کے کہ زبان متحرک ہو مشاہدہ ہوتا ہے، عمدہ ہے اور اس کلمۂ طیبہ کی حقیقت کے ساتھ باطنی مناسبت کی خبر دینے والا ہے، امید ہے کہ نفی کا معاملہ حسبِ مقدور سر انجام ہوگا اور لَا یَذْکُرُ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ [اللہ ہی اللہ کا ذکر کرتا ہے] کی حقیقت جلوہ گر ہوگی یہاں تک کہ جو چیز نفی کے قابل اور غروب ہو جانے والی ہے اس سے جو کچھ باقی ہے وہ مطلوب کے لئے حجاب اور شرکِ دامنگیر ہے۔ ع

درونِ دیدہ اگر نیم موست بسیار است [اگر آنکھ کے اندر آدھا بال ہے تو وہ بھی بہت ہے]

جو چیز کہ غروب ہو جانے والی ہے اس کو لَا کے نیچے لانا چاہئے اور لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ [میں غروب ہونے والوں سے محبت نہیں کرتا] کی تلوار کے ساتھ اُس سے منقطع ہو جانا چاہئے اور اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ [میں نے اپنا منہ موڑ لیا] کے مرحلے سے احدیتِ مجردہ (اللہ تعالیٰ) کی طرف رُخ کرنا چاہئے اور وجود بشریت سے جس قدر کہ باقی ہے وہ اندرونی چور ہے اور کوئی شرکِ جاگزیں اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ الا اللہ اُس بارگاہِ مقدس کی طرف راجع ہو اور کلمہ نفی و اثبات کے تکرار کے ساتھ اپنی خدائی کا اثبات کرتا ہے فَاحْذَرْ كُلَّ الْحَذَرِ [پس اس سے پوری طرح بچنا چاہئے] دیکھیں کون شہباز ہے جو شرک کے جال سے پوری طرح نکل جائے اور اس کے دقائق سے پوری طرح رہائی حاصل کرے اور اپنے حوصلے کے مطابق اثبات کا شکار کرے اگرچہ اجمالی طور پر ہی ہو۔ اس معاملہ کی دشواری سے متعلق یہ قصہ ہے کہ صوفیائے کرام میں سے ایک بزرگ ہلاکت کے گرداب میں جا گرا تھا، اس نے نذر کی کہ اگر میں اس ہلاکت کی جگہ سے نجات پاؤں تو ہرگز حق جل و علا کو یاد نہ کروں، کیونکہ وہ بزرگ اپنے یاد کرنے کو اپنی طرف راجع دیکھتا تھا اور اُس کا یاد کرنا اس بارگاہِ قدس تک نہیں پہنچتا تھا۔ اور یہ بھی اسی قسم سے ہے کہ محمد معشوق طوسی رحمہ اللہ جو ہوشمند مجنونوں میں سے تھے اور اپنے آپ کو اِیَّاکَ نَعْبُدُ [ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں] کی قرات کے قابل نہیں دیکھتے تھے اور جب اس کلمہ کو کہتے تھے تو اُن کے ہر بُنِ مُو سے خون ٹپکتا تھا پھر انھوں نے کہا کہ میں حائضہ عورت کے حکم میں ہوں جو کہ نماز پڑھنے کے لائق نہیں ہے۔ میدانِ نفی و اثبات کے شہسوارانِ یکتا تاز حضرت خلیل و حضرت حبیب علیہما الصلوات والتسلیمات ہیں اس کلمہ (لا الٰہ الا اللہ) کے جزء اول کو جو کہ نفی سے تعلق رکھتا ہے اصالت کے طور پر حضرتِ خلیل (ابراہیم علیہ السلام) نے پورا کیا اور شرک کے دروازوں میں سے کوئی دروازہ ایسا نہیں چھوڑا کہ جس کو انھوں نے بند نہ کر دیا ہو اور لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ [میں غروب ہونے والوں سے محبت نہیں کرتا] کہتے ہوئے شرک کے دقائق سے بھی

سلہ ۱/۴۴

صـ۱۵۱

رہائی پا گئے، پس اس (شرک) سے کلی طور پر پاک ہو گئے اور یکسو ہو کر کنارہ کشی کر لی اس لئے اللہ عزوجل نے ان کے نفی شرک کے باعث اپنی کتاب (قرآن مجید) میں متعدد جگہ ان کی تعریف فرمائی ہے، اور اس کلمہ (لا الہ الا اللہ) کا جزو ثانی (الا اللہ) مرتبہ اثبات میں ہے جو کہ نفی کا نتیجہ اور اس کی علت غائی ہے اور اثبات سے تعلق رکھتا ہے اس کو اصالت کے طور پر حضرت حبیب علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے بقدر طاقت بشری پورا کیا اس لئے ختم نبوت کی مہر آپ سے موسوم ہوئی، اور محبوبیت ذاتیہ جو کہ منتہائے کمالات ہے اس کا قرعہ آپ ہی کے نام نامی پر نکلا پس آپ امام انبیاء و صاحب شفاعت اور سید اولین و آخرین قرار پائے اور آپ ہی ربوبیت کا اظہار ہوئے اور آپ ہی محبوبیت کے اہل قرار پائے اور آپ ہی سے مقام عبودیت کی تکمیل ہوئی علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسائر النبیین من الصلوات افضلہا ومن التحیات اکملہا ومن التسلیمات اشملہا [آپ پر اور آپ کی آل واصحاب وتمام انبیائے کرام پر سب سے افضل صلوات و سب سے اکمل تحیات اور سب سے برتر تسلیمات ہوں]۔

مکتوب ۱۰۹

خواجہ احمد بخاری کے نام ایمان غیب کو ایمان شہودی پر ترجیح دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، حمد وصلوٰۃ وارسال تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو مکتوب مرغوب حاجی بیگ کے ہمراہ بھیجا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ عافیت وجمعیت کے ساتھ رہیں اور شریعت عالیہ وسنت منورہ کے طریقہ پر قائم ودائم رہیں اور ہمیشہ ترقی کرتے رہیں اور ظل سے اصل کی طرف مائل ہوں بلکہ اصل کو بھی ظل کی طرح پیچھے چھوڑ دیں اور شہود سے غیب کی طرف رغبت کریں حق سبحانہ متقیوں کی صفت ایمان بالغیب بیان فرماتا ہے اور فرماتا ہے اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ [وہ لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں] اور ہدایت اس راستہ کی طرف رہنمائی ہے جو کہ مطلوب تک پہنچانے والا ہے اس لئے ایمان بالغیب مطلوب تک پہنچانے والا ہوا اور اگر شہود مطلوب تک ۱۵۲ پہنچانے والا ہوتا تو چاہیے تھا کہ حق سبحانہ اس کی رہنمائی فرماتا الیس فلیس [جب ایسا نہیں ہے تو ایسا بھی نہیں ہے]۔ اگر یہ کہا جائے کہ شہود بے پردگی چاہتا ہے اور غیب پردہ میں ہے اس لئے شہود افضل ہے اور مطلوب تک پہنچتا ہے اور غیب راستہ میں رہ جاتا ہے اور حجاب سے رہائی نہیں دیتا تو میں (جواب میں) کہتا ہوں کہ رویت وشہود کا مقام آخرت میں ہے دنیا میں واقع نہیں ہے، اس دنیا کا حصہ

یقین حاصل کرتا ہے جو کہ غیب سے قریب تر ہے اور یہ جو بعض طالبین کو شہود و مشاہدہ پیش آتا ہے وہ ذات تعالیٰ کا شہود نہیں ہے بلکہ صفات میں سے کسی صفت اور ظلال میں سے کسی ظل کا شہود ہے کہ جس کو اس نے ذات تصور کر لیا ہے حالانکہ ذات ورا الورا ہے اللہ سبحانہٗ ہی جانتا ہے کہ کتنے حجابات ابھی درمیان میں ہیں۔ ؎

گر ز معشوق خیالے در سرست نیست معشوق آں خیالے دیگرست

[اگر تیرے سر میں معشوق کا کوئی خیال ہے تو وہ معشوق نہیں ہے بلکہ کوئی اور ہی خیال ہے]

پس ذاتِ عزّ و جلّ سے نسبت رکھنے والی چیز غیب ہے اور شہود اُس (ذات) میں وہم و شک ہے۔

کہتے ہیں کہ شیخ ابو اسحاق گازرونی (رحمہ اللہ) نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا انھوں نے پوچھا یا رسول اللہ! توحید کیا چیز ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جو چیز تیرے دل میں گذرے یا تیرے خیال میں آئے اللہ سبحانہٗ اس سے ماورا ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۱۰

خواجہ محمد صادق البخاری ثم المدنی کے نام لَا یَذْکُرُ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد المصطفیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ البررۃ التقی، اما بعد، روزمرہ کے امور شکر کے لائق ہیں، اللہ سبحانہٗ سے آپ کی عافیت اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے طریقے پر استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے۔ آپ کے بہت سے خطوط پہنچے اور مطالعہ میں آکر انھوں نے خوش وقت کیا ہے۔ چونکہ فقیر خط کے لکھنے میں بہت سست ہے اور نیز کبھی تندرست ہے اور کبھی مریض، اس لئے جواب لکھنے میں کوتاہی ہوئی ہے (امید ہے کہ) اپنے اوقات کو اذکار و طاعات کے وظائف سے معمور رکھیں اور مولائے حقیقی کی خوشنودیوں کے حاصل کرنے میں جان و دل سے کوشش کریں اور قبر و قیامت کا زادِ راہ تیار کریں، ۱۵۳ اس قسم کی عبادت کریں کہ عابد کا وجود درمیان میں نہ ہو اور لَا یَذْکُرُ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ [اللہ ہی اللہ کا ذکر کرتا ہے] جلوہ گر ہو جائے، جب تک وجودِ بشریت کا کچھ اثر درمیان میں ہے ذکر و عبادت معیوب ہے اور اس بارگاہِ مقدس و معلّٰی کے لائق نہیں ہے لَا یَذْکُرُ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو صاحب تجلی صوری جو کہ مبتدی ہے اور صاحب تجلی معنوی کہ متوسط ہے اور منتہی جو کہ صورت و معنی سے گذر چکا ہے سب ہی کہتے ہیں لیکن

جو شخص کہ اس کی حقیقت کو پہنچا ہو وہ عنقائے نادر ہے کہ وہ شرک کے دقائق سے گذر چکا ہے اور (اس نے) نفی کے معاملہ کو آخری نقطہ تک پہنچایا ہوا ہے، حق سبحانہٗ اس خوشگوار مشروب کا کوئی قطرہ ہم جیسے تشنہ لبوں کے حلق میں ٹپکائے اور دائمی طور پر سیراب کرے۔ اِنَّهٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب اور قبول کرنے والا ہے]

یہ جو حال آپ نے دیکھا اور لکھا تھا کہ "کوئی چیز آسمان سے آتی ہے اور تمام مخلوقِ خدا ہاتھ اٹھائے ہوئے ہے تاکہ وہ چیز اُن کے ہاتھ میں آجائے، میں بھی اُن کے درمیان میں ہاتھ اٹھائے ہوئے ہوں، وہ چیز میرے ہاتھ میں آپڑی، مخلوق متعجب و متحیر ہوگئی کہ وہ چیز کہاں گئی۔ جب میں نے ان کی حیرت کو دیکھا تو میں نے کہا کہ وہ میرے ہاتھ میں آگئی ہے، وہ ساری مخلوق میری طرف رُخ کر کے آگئی تاکہ مجھ سے لے لیں (لیکن) وہ نہیں لے سکے، مجھے ندا آئی کہ تو جانتا ہے یہ کیا ہے؟ یہ ایک امر ہے جو عنقا کا حکم رکھتا ہے (اور) ابھی تک کسی کو عطا نہیں ہوا ہے یہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے بچا ہوا تھا تجھ کو عطا ہوا ہے"

میرے مخدوم! یہ حال بہت روشن ہے، حق تعالیٰ اس کے آثار ظہور میں لائے، امیدوار رہیں، والسلام اولاً و آخراً۔

عزیزوں کو جو کہ سلسلہ میں داخل ہیں سلام پہنچائیں۔

مکتوب ۱۱۱

خواجہ علی جعفر خاں کے نام محبت کے اسرار اور مخلوقِ خدا کے ساتھ نیکی کرنے کے فضائل میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حامداً و مصلیاً، اللہ تعالیٰ آپ کی ذاتِ بابرکات کو اپنے الطاف و عنایات میں شامل فرما کر باطنی جذباتِ قویہ سے مکرم و ممتاز رکھے، آپ کے عنایت نامہ گرامی نامے نے مشرف کیا، درویشوں کی محبت اور ان کے ساتھ توجہ و اخلاص رکھنا بہت اعلیٰ نعمت اور اعظم دولت ہے اور اسی طرح نایافت کے درد کی بابت جو آپ نے لکھا تھا یہ بھی ایک بہت بڑا امر اور یافت کی تمہید ہے بزرگوں نے کہا ہے کہ اگر وہ (اللہ تعالیٰ) کچھ دینا نہ چاہتا تو طلب (کا مادہ ہی) نہ دیتا، انسان کی قدر و قیمت محبت کی وجہ سے ہے اور تمام موجودات سے اس کی بزرگی و امتیاز اسی درد کے باعث ہے ؎

۱۵۴ قدسیاں را عشق ہست و درد نیست ... درد را جز آدمی درخورد نیست

[قدسیوں (فرشتوں) کو عشق ہے اور درد نہیں ہے، درد کا اہل آدمی کے سوا کوئی نہیں ہے]

لیکن درد و محبت کے (مختلف) مراتب و درجات ہیں ہر شخص اس (درد و محبت) کے مطابق اس کے انوار و برکات کا امیدوار ہے، حق تعالیٰ اس محبت کے شعلہ کو بلند کرے اور شوق و درد کی آگ کو بھڑکائے تاکہ ماسویٰ سے

پوری طرح رہائی دلادے اور حریم قدس میں پہنچائے، محبت کی برکات اور اس کے کمالات کی بابت کیا لکھا جاسکتا ہے، محبت ہی ہے کہ جس نے وجود ایجادی کی سلسلہ جنبانی کی ہے اور پوشیدہ خزانے کو ظہور کے تخت پر اور غیب کے اسرار کو شہود کی جلوہ گاہ میں لائی ہے، محبت ہی ہے جو کہ محبِ صادق کو اپنے حلقوں کے ذریعہ کھینچ کر قرب کے درجات میں پہنچاتی ہے اور شیدائے مشتاق کو اپنے آپ سے رہائی دلا کر محبوب سے واصل کر دیتی ہے، محبت ہی ہے کہ جس کے وسیلے سے مریدِ صادق پیر کے کمالات کو جذب کرتا ہے اور اس کے رنگ میں رنگ جاتا ہے۔

میرے مکرم! مخلوقِ خدا کا رجوع اور ان کی کارگذاری جو کہ عالمِ اسباب میں آپ کے سپرد کی گئی ہے ایک بہت بڑا کام ہے ہمت کو جمع اور نیت کو صحیح کر کے اس بزرگ کام میں لگ جائیں اور اپنے مالک (اللہ تعالیٰ) کے غلاموں اور کنیزوں کے کام بنانے کی نیکی کو اہم کاموں میں سے تصور فرمائیں) رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کرے، اور یہ جو آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ "فاعلِ حقیقی اور کارسازِ مطلق کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنے آپ کو مطلق درمیان میں نہ دیکھے الخ" یہ ایک نازک خیال اور تصوف کا خلاصہ اور معرفت کا مغز ہے، اس کے مطالعہ نے باطنی لذت بخشی اور مطلوب کی بو مشتاقوں کے حلق میں پہنچائی فَلِلّٰہِ دَرُّ قَائِلِہٖ [پس اس کہنے والے کو بشارت ہے] آپ نے عصمت پناہ تاجِ مستورات کی شفایابی کے بارے میں جو لکھا تھا دونوں کے لئے خوشی و مسرت کا باعث ہوا، الحمد للہ سبحانہ علی ذلک وعلی جمیع نعمائہ [اس پر اور اللہ سبحانہ کی تمام نعمتوں پر اس کا شکر ہے] ہم امیدوار ہیں کہ کمزوری کا باقی حصہ جو رہ گیا ہے وہ بھی جاتا رہے گا اور صحتِ کاملہ حاصل ہوگی، فقیر دعا و توجہ میں جو کہ فقراء کا معمول ہے کوتاہی نہیں کرتا اور دعا کے مقبول اوقات میں اس امرِ عظیم میں مشغول رہتا ہے ؎

چشم دارم کہ دہد اشک مرا حسنِ قبول — آنکہ در ساختہ است قطرۂ بارانی را

[وہ اللہ جس نے بارش کے قطرہ کو موتی بنا دیا ہے میں امید رکھتا ہوں کہ میرے آنسوؤں کو بھی حسنِ قبول عطا فرمائیگا] آپ کی ظاہری باطنی نعمت [illegible]

مکتوب ۱۱۲

شیخ عبد العلیم جلال آبادی کے نام ان کے عریضے کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے اپنے حالات کی وضاحت میں لکھا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد وصلوٰۃ وارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے، گرامی نامہ موصول ہوکر مسرت بخش ہوا، آپ نے اعلیٰ کیفیات ومبارک احوال لکھے تھے جن کے مطالعہ نے باطنی لذات بخشیں، اللّٰھم زد [اے اللہ! اور زیادہ فرما] اس قسم کے معاملات اسرار میں سے ہیں جسقدر بھی کم بیان کئے جائیں اور قیدِ تحریر میں نہ آئیں بہتر ہوگا کہ شور وفتنہ کا باعث ہے۔ اور نیز کہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے امور متشابہات کے اسرار میں سے ہیں، اسرارِ متشابہات وہ ہیں کہ ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قدر زیادہ علم ومعرفت کے باوجود کسی سے ان کا اظہار نہیں فرمایا حتی کہ اپنے صاحبزادوں سے بھی جو کہ اُن حضرتِ عالی رحمہ اللہ کے محرمِ راز اور خطا اور غلطی سے محفوظ تھے بیان نہیں فرمایا اور ان کے چھپانے میں کامل حرص کے ساتھ کوشش فرمائی اور وہ اسرار سربمہر چلے گئے۔ مختصر یہ کہ جو کچھ آپ نے لکھا ہے بہت بلند ہے حق سبحانہٗ وتعالیٰ بندگی کی حقیقت تک پہنچائے جو کہ مقاماتِ عروج کی انتہا ہے اور خواجہ عبد الرحیم کے احوال سے جو کچھ آپ نے لکھا تھا عمدہ وپسندیدہ ہے، اس کے مطالعہ نے خوش وقت کیا اَللّٰھُمَّ وَفِّقْہُ لِمَرْضَاتِکَ [اے اللہ! اُن کو اپنی خوشنودیوں کی توفیق عطا فرما] آپ نے اُن دوستوں کے نام لکھے تھے جو طریقہ میں نئے داخل ہوئے ہیں واضح ہوئے اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ اِخْوَانَنَا فِی الدِّیْنِ [اے اللہ! دین میں ہمارے بھائیوں کو زیادہ فرما] والسلام

مکتوب ۱۱۳

سید علی بار ہہ کے نام ایمانِ غیب کی ایمانِ شہود پر ترجیح کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد وصلوٰۃ وارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ گرامی نامہ پہنچکر مسرت بخش ہوا چونکہ یہ دنیا دارِ عمل ہے اس لئے عمل میں کوشش کرنی چاہئے اور اس کی مقدار وکیفیت کو بڑھانے میں کامل جد وجہد ملحوظ رکھنی چاہئے تاکہ ریا سے دور تر اور اخلاص کے زیادہ نزدیک ہوجائے اور شرفِ قبولیت تک پہنچے، دیدارِ کامل کا مقام آگے آنے والا ہے مَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰہِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ [جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی تمنا رکھتا ہے تو جان لے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ساعت ضرور آنے والی ہے] عدم یافت سے رنجیدہ نہ ہوں اور غیب کی بلندی سے شہود کی پستی میں جائیں اور اس کی آرزو نہ کریں۔ مقامِ شہود آخرت ہے اس جگہ (دنیا) کا مشہود معلول (علت وسبب والا) ہے اور تراش خراش کی علت کے ساتھ موسوم ہے غیب اس مقام میں اصالت رکھتا ہے اور اصل اصول

۱۵۶ ے ساتھ متعلق ہے، شہود ظلال کے ساتھ وابستہ ہے لیکن عوام کے غیب اور اخص الخواص کے غیب میں بہت فرق ہے، عوام کا غیب حجابات کے باعث ہے کیونکہ حجابات درمیان میں حائل ہیں ظلمانی حجابات بھی ہیں اور نورانی حجابات بھی اور خواص ظلمانی حجابات سے نکل کر نورانی حجابات سے جا ملے ہیں لیکن ان حجابات کو عین صاحبِ حجاب (ذاتِ حق سبحانہٗ) سمجھ کر اُن میں اٹک گئے ہیں اور ان کے شہود کے ساتھ لذت یاب ہوگئے ہیں اور اخص الخواص دونوں قسم کے حجابات سے نکل چکے ہیں اور شہود و مشاہدہ سے بالاتر چلے گئے ہیں، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۱۴

خان محمد بیگ کولابی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ تمام احوال پر اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، جو خط کہ سعادت آثار برادرم خان محمد بیگ نے بھیجا تھا پہنچا، آپ نے جو چند احوال لکھے تھے عمدہ ہیں اپنے کام میں مشغول رہیں اور ذکر و فکر کے ساتھ اوقات کو معمور رکھیں، اور یہ جو آپ کبھی اپنے آپ کو گم پاتے ہیں بہت خوب ہے کسی بزرگ نے کہا ہے کہ میں ایسا عدم چاہتا ہوں کہ پھر کبھی نہ لوٹوں۔ اور یہ جو آپ نے لکھا تھا کہ "حضرت امیر سید علی ہمدانی ظاہر ہوئے بندہ کی طرف کچھ کدورت بھری نگاہ کی۔" میرے مخدوم! اس قسم کے احوال اعتماد کے لائق نہیں ہیں شیطان ایک طاقتور دشمن گھات میں ہے چاہتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح آدمی کو راہِ حق اور صراطِ مستقیم سے ہٹا دے جو شخص کہ حق کا طالب اور اس تک پہنچنے کے راستہ کا متلاشی ہوگا حضرت امیر اس شخص سے کس طرح کدورت رکھیں گے جو اعتقاد و محبت کہ اس سے پہلے آپ اُن کے ساتھ رکھتے تھے اس پر قائم رہیں اور جو کام کہ آپ کو درپیش ہے اس پر ثابت قدم رہیں اور اس قسم کے خواب و خیال کے باعث متزلزل نہ ہوں اور مشائخ نے کہا ہے کہ ایک پیر کا مرید اگر اپنی ہدایت کو دوسری جگہ زیادہ سمجھے تو جائز ہے کہ پہلے پیر کا انکار کئے بغیر دوسری جگہ مرید ہو جائے کیونکہ مقصود حق جل علاہ ہے درحقیقت پیر وہی ہے کہ جس کی صحبت میں ہدایت نظر آئے۔ والسلام

مکتوب ۱۱۵

ملا حسن پشاوری کے نام استقامت کی فضیلت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد و صلوٰۃ و تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے احوال حمد کے لائق ہیں اللہ تعالیٰ دوستوں کو دلجمعی اور ظاہری و باطنی استقامت کے ساتھ محفوظ رکھے کہ کام کا مدار
استقامت پر ہے (بزرگوں کا قول ہے کہ) اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ [استقامت کرامت سے برتر ہے] ص۱۵۷
شَیَّبَتْنِیْ سُوْرَۃُ ھُوْدٍ[1] [مجھ کو سورۂ ہود نے بوڑھا کر دیا] مشہور حدیث ہے، جب سیدِ انبیا سرورِ اتقیا علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام یوں ارشاد فرمائیں اور استقامت[2] کا امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بوڑھا کر دے تو ہم جیسے بوالہوس اگر استقامت کی ہوس کریں اور استقامت کا دم بھریں تو محض ہوس و خیال ہے بہرحال جد و جہد اور کوشش کرنی چاہیے کہ اس بے پایاں سمندر سے کوئی چلو ہاتھ میں آ جائے اور حلق میں پہنچے مَا لَا یُدْرَکُ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ [جو چیز پوری حاصل نہ ہو سکے اس کو کلی طور پر چھوڑ نہیں دینا چاہیے] آپ کی استقامت کا حال سننے میں آتا ہے تو دل بہت خوش ہو جاتا ہے اَللّٰھُمَّ زِدْ [اے اللہ اور زیادہ فرما] نتائج کے منتظر رہیں، آپ کے خطوط یکے بعد دیگرے پہنچ کر مسرت بخش ہوئے اس طرف سے جواب میں کوتاہی واقع ہوئی ہے (امید ہے کہ) معذور جانیں گے، فقیر لکھنے میں کاہل ہے اور فرصت بھی نہیں رکھتا۔ دوستوں سے دعا کی امید کی گئی ہے۔ والسلام

مکتوب ۱۱۶

فضیلت مآب سید اسرائیل کے نام فنائے اَتم اور شرکِ خفی کے دقائق سے پوری طرح رہائی پانے کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، سیادت و شرافت پناہ کا گرامی نامہ پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے صحتِ مزاج کے بارے میں لکھا تھا مزید مسرت ہوئی اس پر اور اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں پر اس سبحانہ کی حمد ہے آپ نے اپنے آپ سے عدم کے جدا ہونے اور اس کے عدم صرف سے ملحق ہونے کی بابت لکھا تھا عمدہ و مبارک ہے اور فنائے مطلق کا پتہ اور عین و اثر کے زائل ہونے کی خبر دینے والا ہے، اس کے بعد ذکر و توجہ و حضور و معرفت سب اُس بارگاہِ مقدس کی طرف منسوب ہے جب تک وجود بشریت سے بال بھر بھی باقی ہے حقائق مذکورہ معلول (علت و سبب والے) ہیں اور

---

[1] عن ابن عباس قال ابو بکر یا رسول اللہ قد شبت قال شیبتنی سورۃ ہود والواقعۃ والمرسلات و عم یتساءلون واذا الشمس کورت رواہ الترمذی ۱۲ مشکوٰۃ باب البکاء۔ [2] سورۂ ہود میں اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو استقامت کا حکم ان الفاظ میں فرماتا ہے فاستقم کما امرت۔

اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں اور وہ نفی و اثبات سے اپنی الوہیت کا اثبات کرتا ہے (اور حقائق
مذکورہ) اس بارگاہ کے لائق نہیں ہیں، کسی عارف نے کیا خوب کہا ہے، آیۂ کریمہ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ ۱۵/۱۷/۴۴
[اور ہر چیز اس کی حمد کی تسبیح پڑھتی ہے] میں بحمدہٖ کی ضمیر شئ کی طرف لوٹتی ہے یعنی جو شخص کہ تحمید و
تسبیح کرتا ہے (الحمد للہ و سبحان اللہ کہتا ہے) وہ اپنی تسبیح و تحمید کرتا ہے اور وہ اسی کی طرف لوٹتی ہے
اور اس بارگاہِ مقدس تک نہیں پہنچتی، جب تک نفی کے تمام مراتب کو طے نہ کرے اور شرکِ خفی کے ۱۵۸
دقائق سے رہائی نہ پالے اس مرض سے نجات ممکن نہیں ہے، یہ مرض ایک قوی ناسور ہے کہ ہر دوا سے
علاج پذیر نہیں ہوتا، جب تک خلیل (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی مانند راستہ کی خس و خاشاک کو
جو کہ اس ناسور کو قوت پہنچانے والی ہیں لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ [میں غروب ہونے والوں سے محبت نہیں کرتا]
کی جھاڑو سے صاف نہ کرے اور وَجَّهْتُ وَجْهِيَ [میں نے اپنا رخ کر لیا] کی منزل تک عبور نہ کرے ناسور
کی جڑ پوری طرح نہیں کٹتی۔ جو شخص کہ اس رہائی کی حقیقت سے جا ملا ہے اور شرک کے دقائق سے
آزاد ہو گیا ہے وہ عنقائے نایاب کا حکم رکھتا ہے، ہم جیسے بوالہوسوں کو ان باتوں کا کہنا اور سننا بھی
غنیمت ہے، جو حال کہ آپ نے لکھا تھا یعنی باطن کا ظاہر سے جدا ہونا اور اسی حال کا دوستوں میں
مشاہدہ کرنا عمدہ و مبارک ہے، حق سبحانہٗ دوستوں کو درجۂ کمال تک پہنچائے۔

مکتوب ۱۱۷

مخدوم زادۂ عالی مرتبہ جامع علومِ ظاہری و باطنی صاحبِ کمالاتِ اصلی مخدوم و مخدوم زادۂ عالی جاہ
خواجہ محمد عبید اللہ کے نام گرمیٔ صحبتِ طالبان کو فیوض و برکات سے فیضیاب کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ یہاں کے احوال ہر طرح حمد کے لائق ہیں، آپ کے جانے کے بعد آجکل شیخ عبد الاحد فقیر کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے ہیں اور (اپنے کام میں) بہت سرگرم ہیں، شب و روز خدمت میں حاضر ہیں، خانقاہ میں ایک حجرہ لیکر زندگی بسر کر رہے ہیں عجیب کیفیت و وارفتگی رکھتے ہیں بہت ترقی کر لی ہے اور شیخ بدیع الدین اور میر محمد باقر (بھی) مشار الیہ (شیخ عبد الاحد) کے ساتھ موافقت کر کے طلبگاری کے لوازم کو حسبِ مقدور انجام دے رہے ہیں، الغرض ان تینوں عزیزوں کا معاملہ روز بروز رو بہ ترقی ہے، دوسرے دوست بھی ترقی کر رہے ہیں اور طالبین علائق و اسباب کو قطع کر کے اطراف و جوانب سے یہاں پہنچ رہے ہیں

اپنے کام میں سرگرم ہیں اور فیض حاصل کر رہے ہیں، پہلے ہی قدم میں (ماسوا سے) رہائی و آزادی حاصل کرتے ہیں سُستی اور (ماسوا کی) گرفتاری اس بے حاصل کے حصہ میں آئی ہے اور قرعۂ مہجوری و دُوری اس (فقیر) کے نام نکلا ہے، شرم آتی ہے کہ اس (ماسوا کی) گرفتاری کے باوجود آزاد لوگوں کے ساتھ صحبت رکھتا ہے اور اپنے آپ کو کسی طرح بھی ان لوگوں کی مجلس کے قابل نہیں دیکھتا اور یہ شعر اپنے اور اپنے دوستوں کے حال کے موافق پاتا ہے ؎

ما گرفتاریم بر ما ناوک بیداد ریز　　سنبل و گل در کنار مردم آزاد ریز

[ہم گرفتار ہیں ہم پر ظلم و ستم کے تیر برسا (اور) سنبل اور پھول آزاد آدمیوں کی آغوش میں ڈال]

حق جل و علا کی قدرت کا مطالعہ کرنا چاہیے کہ (یہ فقیر) اس سُستی و افسردگی کے باوجود جس جماعت کے ساتھ نشست و برخاست کرتا ہے شعلۂ شوق ان میں پیدا ہو جاتا ہے اور ان کی آتشِ محبت کو بھڑکاتا ہے کہ جس کے ذریعہ وہ ماسوا سے رہائی حاصل کرتے ہیں اور ترقیاں پاتے ہیں۔ اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا [وہ ذات جس نے تمہارے لئے سبز درخت سے آگ کو پیدا کیا] وہی حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے حجر و شجر کا قصہ ہے کہ انھوں نے سبز درخت سے دھوئیں کے بغیر خالص آگ دیکھی پھر انھوں نے سُنا جو کچھ کہ سُنا، اور سنگِ خارا سے پانی کے اتنے چشمے نکالے کہ وہ ایک کثیر جماعت کے فائدہ اٹھانے کا سبب بن گئے، جاننا چاہیے کہ مربیِ حقیقی اور مرشدِ مطلق وہی تعالیٰ شانہٗ ہے ع

۱۵۹ یٰسٓ ۸۰

از ما و شما بہانہ بر ساختہ اند　　[ہمیں اور تمہیں تو بہانہ بنایا گیا ہے]

کسی نے خوب کہا ہے۔ ع

ایشاں نیند ایں ہمہ الحان ز مطرب ست　　[وہ کچھ نہیں ہیں یہ سب مطرب کا راگ ہے]

؎ از تست طلسم ایں خزانہ　　من ہیچ نہ ام دریں میانہ

[اس خزانہ کا طلسم تجھ سے ہے، میں اس کے درمیان کچھ نہیں ہوں]　　والسلام

مکتوب ۱۱۸

نیز مخدوم زادۂ بلند درجہ صاحب کمالاتِ اصلیہ واقفِ اسرار لِیْ مَعَ اللّٰہِ حضرت خواجہ عبید اللہ کے نام دیرِ قصور اور ان کمالات کی شرح میں جو کہ کمالات ولایت و نبوت کے اوپر ہیں اور صفتِ علم کے کچھ کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی، فرزند عزیز کا مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت کا باعث ہوا چونکہ قصور کی دید اور امیدوں کے متہم ہونے پر مشتمل اور بلند احوال و اعلیٰ کیفیات پر محیط تھا مزید مسرت بخش ہوا، بیشک جو کچھ اس جانب منسوب ہے بھلائی و قبول اس کی مسلوب ہے جبکہ بندہ کی ذات شر و نقص ہے تو (اس سے) منسوب امور کو اس پر قیاس کرنا چاہئے، درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے، جسقدر خیر و کمال کا جلوہ زیادہ ہوگا نقص و خرتیت کی دید (اسی قدر) زیادہ ہوگی ؎

معشوق اگرچہ گشت ہم خانۂ ما ویرانہ تر از اوّل ست ویرانۂ ما

[معشوق اگرچہ ہمارا ہمخانہ ہوگیا ہے لیکن ہمارا ویرانہ پہلے سے بھی زیادہ ویران ہے]

آپ نے اپنی موجودہ حالت کی بابت لکھا تھا کہ " بے کیفی کی نسبت کہ جس کا اختصاص لطائفِ عالمِ امر و خلق میں سے کسی لطیفہ کے ساتھ نہیں سمجھتا ہے کُلّیت کو احاطہ کر لیتی ہے" شاید کہ یہ معاملہ کمالاتِ ولایت و کمالاتِ مرتبۂ نبوت سے ماوراء ہے کیونکہ یہ دونوں کمالات ان دس لطائف کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہیں، حقیقتِ نماز ہے جو کہ اس خصوصیت سے بالاتر ہے اور کلّیت کو اس سے حصہ ہے سَجَدَ لَکَ سَوَادِیْ وَخَیَالِیْ [میرا وجود اور خیال تجھے سجدہ کرتا ہے] اس کا نشان ہے اور حقیقتِ کعبہ و حقیقتِ قرآنی اور جو کچھ ان حقائق کے اوپر ہے اسی قسم سے ہے اس لئے کہ قرآنِ (حکیم) وکعبہ (مکرمہ) کو نماز کے ساتھ خاص خصوصیت ہے اور مافوق کے بارے میں کیا کہا جائے کہ کلّیت اختصاص کی طرح اس بارگاہ سے راستہ میں ہے مَنْ لَمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ [جس شخص نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا]۔ ن ۱۶۰

اور یہ جو آپ نے صفتِ علم اور اس کے حُسن و جمال اور ناز و غمزہ جو کہ اس شخص کو بیہوش کر دیتے ہیں کے انکشاف و تجلی اور اس سبحانہٗ وتعالیٰ کی بارگاہِ قدس میں اُن کی قدر و منزلت کے بارے میں لکھا تھا واضح ہوا، اس صفت کے حُسن و جمال سے ہے کہ یہ صفت حق تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین صفات سے ہے، اور ناز و غمزہ لازمۂ محبوب ہے، اس (صفت) کے کمال و جمال سے ہے کہ موصوف کے ساتھ متحد ہو جاتی ہے کیونکہ کمالِ محبت کا مقتضا دوئی کو دور کرنا ہے پس سمجھ لیجئے لیکن یہ حسن معنوی حسن ہے اور (یہ) جمال بے کیفی کا جمال ہے، چون و کیف کے مقید اس حُسن سے کیا پائیں حُسن اُن کے نزدیک صورت کا حُسن ہے اور جمال (اُن کے نزدیک) کیف و چون آمیز جمال ہے جو شخص کہ بے کیفی و بے چونی کا نشہ نہ رکھتا ہو وہ اس حُسن کو نہیں پا سکتا اور حسنِ معنی کو حسنِ صورت سے جدا نہیں کر سکتا اور جو حسن کہ صورت و معنی سے ماوراء ہے وہ خود ایک الگ امر ہے۔

جاننا چاہئے کہ اس بیان کے بموجب اگر حضرت خلیل (ابراہیم) و حضرت نوح علی نبینا و علیہما الصلوٰۃ والسلام میں محبوبیت کے معنی ثابت کئے جائیں تو بعید نہیں ہے کیونکہ ان دونوں بزرگوں کا مبدأِ تعین بھی صفتِ علم ہے لیکن فرق ہے کیونکہ وہاں شانِ علم ہے جو کہ ذات تعالیٰ و تقدس پر ہرگز زائد نہیں ہے اور یہاں صفت ہے جو کہ زائد ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "بعض اسرار جو کہ حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں وہ ظاہر ہوتے ہیں' اُن (اسرار) کو صباحت کے مرکز میں جو کہ ملاحت ہے داخل کریں یا نہ۔" ان اسرار کا ظاہر ہونا مبارک ہے اور اگر اکابر کے طفیل اس مرکز سے بہرہ ور کردیں تو فضل و کرم سے دُور نہیں ہے اور نورٌ علیٰ نور ہے۔

مکتوب ۱۱۹

حافظ ابو اسحاق کے نام نصائح اور تعبیرِ احوال کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو مکتوبِ گرامی ۱۶
اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا۔ آپ نے جو حال میں جناب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہٖ و صحبہٖ وسلم کو دیکھا ہے اور شیخ عبد القادر قدس سرہٗ کو بھی دیکھا ہے اور اُن سے عنایات کو مشاہدہ کیا ہے اور دوسرے حال میں ایک بزرگ نے آپ کو عطیات دیئے ہیں اور اس وقت دل اس طرح حرکت میں آیا کہ پھٹ جانے کے قریب ہوگیا اور تیسرے حال میں آپ نے حضرت جبرئیل علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا ہے جو حاملِ وحی اور واسطۂ رسالت ہیں' یہ سب عمدہ و مبارک ہے اور بشارت پر بشارت ہے' اپنے کام میں خوب منہمک رہیں اور جہاں تک ہوسکے ذکر و فکر میں مشغول رہیں اور اس قلیل فرصت میں آخرت کا زادِ راہ تیار کریں اور مولائے حقیقی جل شانہٗ کی رضامندی میں دل و جان سے کوشش کریں (والسلام)' دُور افتادہ دوستوں کو سلامتئ خاتمہ کی دعا کے ساتھ یاد رکھیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ "رسالہ یاقوتیہ" کے پڑھنے سے دل میں ایسا شوق غالب ہوا ہے کہ نوکری اور گھر بار ترک کرکے صحبتِ (عالی) میں پہنچ جاؤں الخ" میرے مکرم! یہ شوق ایک بڑی نعمت ہے کام کا مدار شوق و محبت پر ہے اور ترقی و قرب کا معاملہ اس سے وابستہ ہے' حُسن کو دیکھنے والی آنکھ اور کمال و جمال کا ادراک کرنے والی نگاہ جس قدر روشن اور تیز ہوگی شوق (و عشق) کو اسی قدر بڑھائے گی اور معشوق کے ماسوا سے بے تعلق و بیگانہ بنا دے گی اور معرفت کی کھڑکی اس کے باطن میں کھول دے گی ؎

آں راکہ بحسن دیدہ تیز ست این عشق بلائے خانہ خیز ست

[جس شخص کی آنکھ حُسن کے لئے تیز ہے اس کے لئے عشق خانہ خیز آفت ہے]

میرے مخدوم! چونکہ ایک بڑا کنبہ آپ کے ساتھ وابستہ ہے اور آپ کے ذمہ قرض (بھی) ہے اس لئے ترکِ (ملازمت) کے جلدی کرنے میں توقف و تامل درکار ہے اور ترکِ حقیقی کے حاصل ہونے تک ترکِ حکمی اختیار کریں، اور ترکِ ظاہری کے مقابلے میں ترکِ معنوی پر کفایت کریں، اَلصُّوْفِیُّ کَائِنٌ بَائِنٌ [صوفی کائن وبائن ہوتا ہے] (یہ مقولہ) آپ نے سُنا ہوگا یعنی صوفی ظاہری طور پر مخلوق کے ساتھ ملا رہتا ہے اور حقیقی و معنوی طور پر اُن سے جدا ہوتا ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۲۰

مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام کمالِ فنا و نیستی اور حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) میں اس معنی کے کمال کے حصول اور اس کمال کے باعث ان کے ایمان کے اس امت کے ایمان پر فضیلت رکھنے اور اس (فنا و نیستی) سے اوپر کے معاملات کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ کمال و اکمال کے اعلیٰ مرتبہ تک پہنچائے، آپ کا مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے لکھا تھا کہ "(یہ فقیر) ہمیشہ چاہتا ہے کہ اپنی حقیقتِ حال لکھے ۱۶۳ لیکن اسوجہ سے کہ اپنے آپ کو اور اپنے احوال کو اس قابل نہیں جانتا کہ عرض کرے بیکار و حیران رہ جاتا ہے" میرے مخدوم! احوال لکھتے رہیں اور ان کو جلدی قلمبند کریں اور اس معاملہ میں کسرِ نفسی کو کام میں نہ لائیں کیونکہ یہ (احوال کا لکھنا) غائبانہ توجہ کا باعث ہوتا ہے اور گفتگو کا راستہ کھولتا ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اسوقت فنائیت و گمنامی اور سلبِ کُلّی کے سوا اپنے اندر کچھ نہیں دیکھتا اور تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللہ [اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ متصف ہو جاؤ] اس وقت جلوہ گر ہو گئی ہے" کسی بزرگ نے جو یہ فرمایا ہے ع

ایں جملہ شدی ولے مسلمان نشدی [تو یہ سب کچھ تو ہو گیا لیکن مسلمان نہیں ہوا]

اس کی کُنہ اس وقت ظاہر ہوئی، بیشک کام کا مدار اسی فنائیت و سلبِ کُلّی پر ہے اور تخلق باخلاق اللہ [اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہونا] اسی فنائیت کا نتیجہ ہے کیونکہ ہستی کا شکار نیستی کے جال کے بغیر صورت پذیر نہیں ہے اور اسلامِ حقیقی اسی نیستی و تخلق سے وابستہ ہے، جبتک سالک کے آثار کی کچھ بُو درمیان میں ہے، اسلام کی حقیقت میں کمی ہے اور اس نے شرکِ خفی کے گرداب سے رہائی نہیں

بائی ہے اور لَا یَذْکُرُ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ [اللہ ہی اللہ کا ذکر کرتا ہے] کے راز تک نہیں پہنچا ہے۔ اس امت میں جو کہ خیر الامم ہے فنا و نیستی کے میدان کے شہسوار یگانہ صدیق اکبرؓ ہیں کہ جن کی شان میں (حدیث شریف میں) آیا ہے کہ جو شخص چاہے کہ مُردہ کو زمین پر چلتا ہوا دیکھے تو اس کو چاہیئے کہ ابو قحافہ کے بیٹے (ابوبکر صدیقؓ) کو دیکھ لے کیونکہ دوسرے صحابۂ کرامؓ میں بھی اس کمال کے پائے جانے کے باوجود اس کمال کے ساتھ ان کے ذکر کی تخصیص بھی اس کمال میں ان کے کامل امتیاز کی خبر دینے والی ہے اس لئے آنجناب (صدیق اکبرؓ) کا ایمان تمام امت کے ایمان سے افضل ہوا جیسا کہ وارد ہوا ہے کیونکہ ایمان کا کمال فنا و نیستی کے کمال پر مبنی ہے جیسا کہ گذر چکا ہے اور اس لئے انھوں نے آنسرور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ایک ایسا اتحاد و تعلق پیدا کیا جو کسی دوسرے شخص کو میسر نہیں ہے مَا صَبَّ اللّٰہُ شَیْئًا فِیْ صَدْرِیْ اِلَّا صَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ [اللہ تعالیٰ نے جو کچھ میرے سینہ میں ڈالا وہ سب میں نے ابوبکرؓ کے سینہ میں ڈال دیا] مَا ظَنُّکَ بِاثْنَیْنِ اللّٰہُ ثَالِثُہُمَا [ان دو کے بارے میں تیرا کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ ہے]

میرے مخدوم! وراثت واسرار کا جو معاملہ کہ سابقین کے درمیان ہے وہ اس گفتگو سے ماوراء ہے اور اس نیستی کا ثمرہ اور اسلام حقیقی کا نتیجہ ہے بلکہ بعض اس قسم کے ہیں کہ محض فضل پر موقوف اور صرف محبت سے وابستہ ہیں، کوئی اور عمل اس کمال تک پہنچانے والا اور اس لازوال بخشش کا ثمرہ دینے والا نہیں ہو سکتا، اعمال راستہ میں رہ جاتے ہیں، عارف اسوقت اپنے آپ کو شریعت کی صورت و حقیقت سے باہر پاتا ہے اس معنی میں نہیں کہ احکام شرعیہ کے بجالانے سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور امر و نہی کا تابع نہیں رہتا کہ یہ کفر و الحاد ہے بلکہ یہ ایک ایسا امر ہے کہ جبتک تو اس (مقام) تک نہ پہنچے نہیں پائے گا۔ مَنْ لَّمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ [جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا] وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ [اور اس میں رغبت کرنے والوں کو رغبت کرنی چاہیے]۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۲۱ ۱۶۳

شیخ عبدالعلیم جلال آبادی کے نام محبت ذاتیہ کی علامت اور قبض و بسط کی شرح اور سالک کے کام میں رکاوٹ اور اس کے باطن کی بے رونقی اور اس کا علاج اور پیر کی صحبت اور مرید کی محبت کے فوائد اور اس طریقے کے دوسرے طریقوں سے اقرب ہونے کے بیان میں اور نیز اس بیان میں کہ یہ طریقہ ضرور موصل ہے اور اس طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی تعریف میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے (یہاں کے) احوال ہر طرح سے حمد کے لائق ہیں، اللہ تعالیٰ سے آپ کی عافیت اور ظاہری و باطنی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے آپ کے گرامی نامے یکے بعد دیگرے پہنچکر مسرت بخش ہوئے، چونکہ فقیر کو جو درد لاحق تھا اس کے باعث تکلیف غالب رہی اور قلم پکڑنے اور لکھنے کی طاقت نہیں تھی اس لئے جواب کے لکھنے میں تاخیر واقع ہوئی اس ماہِ مبارک (رمضان) میں مسجد کی حاضری و تراویح و ختمِ قرآن سے محروم رہا، الحمد للہ کہ ماہِ شوال میں ماہِ سابق کی بہ نسبت افاقہ رہا، اب جبکہ ماہِ ذی قعدہ کی چھٹی تاریخ ہے چند روز سے پالکی میں بیٹھ کر باہر مہمانخانہ میں آتا ہوں اور چند گھڑی درویشوں کے ساتھ بیٹھ جاتا ہوں ابھی تک مسجد میں نہیں جا سکا ہوں، کیونکہ وہ کچھ فاصلہ پر ہے، اور دو زانو اور چار زانو بیٹھنے کی طاقت (ابھی) نہیں ہوئی ہے، اور کسی نے خوب کہا ہے ؎

لَیْتَکَ تَحْلُوْ وَالْحَیٰوۃُ مَرِیْرَۃٌ وَلَیْتَکَ تَرْضٰی وَالْاَنَامُ غِضَابٌ

[کاش کہ آپ میرے حق میں شیریں ہو جائیں خواہ زندگی تلخ رہے اور کاش کہ آپ مجھ سے راضی ہو جائیں اگرچہ تمام مخلوق ناراض ہو جائے]

اور بزرگوں نے کہا ہے کہ محبتِ ذاتیہ کی علامت یہ ہے کہ (محب کی نظر میں) محبوب کا انعام و ایلام دونوں یکساں ہو جائیں یعنی مُحِب محبوب کے ایلام سے بھی لذت پائے جیسا کہ اس کے انعام سے لذت پاتا ہے اور ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ نے تحریر فرمایا ہے کہ ایلامِ محبوب اس کے انعام سے زیادہ لذت بخش ہے اس لئے کہ اس کے انعام میں محبوب کی خواہش اپنے نفس کی خواہش کے ساتھ مخلوط ہے اور ایلام میں خالص محبوب ہی کی خواہش ہے اور اپنے نفس کی خواہش کی مخالفت ہے، ان دونوں میں بڑا فرق ہے اور یہ عجائبات میں سے ہے ؎

اگر مرادِ تو اے دوست نامرادیٔ ماست مرادِ خویش دگر بار من نخواہم خواست

[اے دوست اگر تیری مراد ہمارا نامراد ہونا ہے تو پھر میں اپنی مراد نہیں چاہوں گا]

آپ نے یہ جو حضرت سلمہ اللہ تعالیٰ علیٰ رؤس العالمین کے غلاموں کی مشغولی کی کیفیت کے بارے میں لکھا تھا کہ "انھوں نے فرمایا کہ ہم مسرور ہیں اور روز بروز اپنے باطن میں بہت زیادہ جمعیت پاتے ہیں اور کبھی کبھی بیخودی اور کچھ غیبت رونما ہوتی ہے اور کبھی کبھی حق تعالیٰ کی عنایت کو اپنے بارہ میں بہت ص۱۶۴
زیادہ پاتے ہیں" اس کے مطالعہ سے بہت خوشی حاصل ہوئی، اللہ تعالیٰ اس معاملہ کو ہر روز بہتر کرے اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب (اور) قبول کرنے والا ہے] اور اگر کبھی قبض پیش آئے تو اس سے پریشان نہیں ہونا چاہئے کیونکہ سالکوں کو سلوک کے دوران قبض پیش آتا ہے اور ان کی ترقی کا باعث ہوتا ہے

اور قبض وبسط دونوں احوال میں داخل ہیں گویا اس راستہ کے ارکان سے ہیں، قابض وباسط ہر ایک اسماءِ الٰہی میں سے ہے سالک کبھی ایک اسم کا مورد (ہوتا) ہے اور کبھی دوسرے اسم کا مظہر (ہوتا) ہے لیکن قبض وبسط کا معاملہ اس وقت تک ہے جب تک کہ سالک احوال کی تلوینات میں ہے اور جب معاملہ تلوین سے تمکین میں آجاتا ہے تو قلب اور تمام لطائفِ عالمِ امر احوال کی تلوین سے رہائی پالیتے ہیں اور قبض وبسط کی لوٹ پھیر سے آزاد ہوجاتے ہیں اس وقت نسبتِ باطن زوال وخلل سے محفوظ ہو کر دوامِ وقت اور استمرارِ حال سے متصف ہوجاتی ہے اس وقت اگر قبض ہے تو ظاہر پر ہے اور وہ باطن لطائف میں سرایت نہیں کرتا۔ جاننا چاہیے کہ سالک کے کام میں رُکاوٹ اور اس کے باطن کی بے رونقی کا ظہور کبھی ہوسکتا ہے کہ قبض کے باعث ہو جو کہ احوال سے ہے جیسا کہ اس کی تفصیل گذر چکی ہے اور کبھی کسی لغزش کے ارتکاب اور صفاتِ بشریت کے غلبہ کی وجہ سے کچھ ظلمت باطن پر طاری ہوجاتی ہے اور (اس کو) بے رونق کردیتی ہے اور ذکر کے انوار کو چھپا دیتی ہے، اس وقت توبہ واستغفار لازم اور انابت وتضرع ناگزیر ہے تاکہ بشریت کی کدورت اور لغزش کی ظلمت درمیان سے رخصت ہوجائے اور ذکر وطاعات کے انوار چمک جائیں اور چونکہ قبض اور اس کدورت کے درمیان جو کہ لغزش یا صفاتِ بشریت کے ظہور کے باعث تھی فرق کرنا دشوار ہے اس لئے استغفار وانابت ہر حال میں نافع وفائدہ مند ہے، انبیاءِ کرام علیہم الصلوات والبرکات وعلیٰ آلہم اگرچہ گناہوں سے پاک ہیں لیکن لوازمِ بشریت کے باعث کبھی ان کے باطن پر غبار و پردہ آجاتا ہے اور وہ استغفار کے محتاج ہوتے ہیں حدیث شریف میں ہے کہ بیشک البتہ میرے قلب پر غبار آجاتا ہے اور تحقیق میں اللہ تعالیٰ سے دن میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یہ رکاوٹ نسبت باطن کے ضعف کی وجہ سے ہوتی ہے اور چونکہ نسبت نے قوت پیدا نہیں کی ہوتی اس لئے کبھی ظاہر ہوتی ہے اور کبھی پوشیدہ ہوجاتی ہے جب تک نسبت راسخ نہ ہوجائے مرشد سے ظاہری بُعد وغیبت کی حالت میں یہ ضعف پیش آتا ہے اور اس کا علاج رہبر (پیر) کی صحبت اور
اس کی توجہ ہے تاکہ نسبت قوت پکڑلے اور ملکہ ہوجائے اور فنا کی حد تک پہنچ جائے، مرشد کی توجہ ۱۹۵
دوسری صورت میں بھی جبکہ کسی لغزش کے باعث کچھ ظلمت طاری ہوئی ہو نفع دینے والی ہے، پیر کامل کی توجہ ظلمت وکدورت کے پہاڑوں کو خواہ وہ کسی ذریعے سے بھی پیدا ہوئے ہوں مُرید صادق سے دُور کردیتی ہے اور اس کے باطن کو پاک کردیتی ہے اور قبض میں بھی یہ توجہ فائدہ مند ہے جلدی سے بسط میں لے آتی ہے اور ترقی کی راہ اس پر کھول دیتی ہے، الغرض کام کا مدار صحبت وتوجہ پر ہے جو کہ محبت و سپردگی کے ساتھ جمع ہوتی ہے ایک جانب سے محبت وسپردگی اور دوسری جانب سے توجہ (ہونی چاہیئے)

ہو سکتا ہے کہ رہبر کی توجہ کے بغیر تنہا محبت نفع دینے والی ہو لیکن محبت کے بغیر محض توجہ بہت کم نفع دیتی ہے، محبت ہی ہے جو کہ پیر کی مخفی کیفیات کو جذب کرتی ہے اور اس کے مخصوص کمالات کو اپنے اندر کھینچتی ہے اور فنافی الشیخ بلکہ فنافی اللہ پیدا کرتی ہے اور جب طرفین سے مذکورہ صفات ظاہر ہو جائیں تو امید ہے کہ ترقی کا راستہ کھل جائے اور جلدی سے منزلِ مقصود تک پہنچ جائے اور راستہ میں نہ رہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ الاقدس نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہے اور نیز فرمایا ہے کہ میں نے حق سبحانہ وتعالیٰ سے ایک ایسا طریقہ مانگا ہے جو ضرور حق تعالیٰ تک پہنچانے والا ہے، دوسرے طریقوں سے اس طریقہ کی اقربیت اس وجہ سے ہے کہ اس طریقہ کی ابتدا اس جذبہ سے ہے جو کہ سلوک پر مشتمل ہے اور سلوک اس کے ضمن میں طے ہو جاتا ہے اور جو جذبہ کہ سلوک کے بغیر ہوتا ہے جیسا کہ بعض ایسے مجذوبوں سے (ظاہر) ہوتا ہے جن سے سلسلۂ طریقت جاری نہیں ہوتا، ان اکابر کے نزدیک احاطۂ اعتبار سے ساقط ہے اور ولایت کا ثمرہ دینے والا نہیں ہے اور چونکہ جذبہ محبت بخشنے والا ہے (اسلئے) سالک جذبہ و محبت کے حلقے میں گرفتار ہو کر قرب کی منزلوں تک پہنچ جاتا ہے اور آسانی کے ساتھ منازلِ سلوک طے کرتا ہے اس لئے یہ راستہ اقرب ہو جاتا ہے اور دوسرے طریقوں میں چونکہ ابتدا سلوک سے ہے اس لئے وہ ریاضتوں اور مجاہدوں سے منازلِ سلوک طے کرتے ہیں اور ایک عمر اس میں صرف کرتے ہیں اس کے بعد معاملہ جذبہ تک پہنچتا ہے اور راستہ طویل ہو جاتا ہے اور اس طریقہ میں سلوک جذبہ کے ضمن میں حاصل ہو جاتا ہے اور راستہ اقرب ہو جاتا ہے، سلوک طالب کی جانب سے ہے پس (یہ) راہ رفتن (چلنا) ہوا اور جذبہ مطلوب کی جانب سے ہے پس (یہ) راہ بُردن (لیجانا) ہوا، رفتن اور بُردن میں بہت فرق ہے، حق تعالیٰ کے جذبات میں سے ایک جذبہ دونوں گروہوں (انسان وجن) کے عمل کے برابر ہے۔ اور یہ جو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ "یہ طریقہ ضرور حق تعالیٰ تک پہنچانے والا ہے" اس کی تشریح یہ ہے کہ سالک کو ترقی سے باز رکھنے والے موانع اور وصول سے روکنے والے امور میں سے یا جذب ابتر ہے جو کہ سلوک کے ساتھ جمع نہیں ہوا ہے یا سلوکِ ابتر یعنی جذب کے بغیر سلوک ہے اور اس طریقہ میں نہ سلوکِ خالص ہے اور نہ جذب ابتر ہے (بلکہ) ایسا جذبہ ہے جس میں سلوک شامل ہے پس اس طریقے میں سالک کے توقف اور اس کی راہ میں رکاوٹ کا باعث طالب ۱۹۶
کی سستی کے سوا اور کچھ نہیں ہے، جو طالبِ صادق کہ پیرِ کامل کی صحبت میں رہے اور طلب کی جو شرائط اکابر نے مقرر کی ہیں ان کو پورا کرے امید ہے کہ وہ ضرور واصل ہو جائے گا۔ اور یہ جو ہم نے کہا کہ

ہ کامل پیر کی صحبت میں رہے" یہ اس لئے ہے کہ ناقص کے ذریعے کوئی کامل نہیں بنتا، ناقص خود واصل نہیں ہے وہ دوسرے کو کس طرح واصل کرے گا، پس طالب کے لئے اس طریقہ کا اختیار کرنا اولیٰ و انسب ہے۔ اور نیز یہ سلسلۂ عالیہ (حضرت) صدیقِ اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تک پہنچتا ہے بخلاف باقی تمام سلسلوں کے اور حضرت سرورِ انبیا علیہ وعلیٰ آلہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ تک ان کا وسیلہ حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) ہیں، جسقدر وسیلہ قوی ہوگا، وصول کا راستہ (اُسی قدر) اقرب ہوگا اور قرب کی منزلیں (اسی قدر) جلد طے کرلی جائیں گی اور یہ جو اس سلسلۂ عالیہ کے اکابر کی تحریر میں آیا ہے کہ "ہماری نسبت تمام نسبتوں سے اوپر ہے" درست ہے، کیونکہ ان کی نسبت حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کی نسبت ہے جو کہ انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں۔ اور نیز اس طریقۂ عالیہ کا مدار سنت کو لازم پکڑنے اور بدعت سے اجتناب کرنے پر ہے، اس طریقہ کے اکابر حتی الامکان عزیمت پر عمل کرنے کو ترک نہیں کرتے اور رخصت پر مائل نہیں ہوتے، کیفیات و معارف کو علوم دینیہ کا خادم جانتے ہوئے شرع کے نفیس جواہرات کو بچوں کی مانند وجد و حال کے جوز و مویز (اخروٹ و منقی) کے عوض نہیں دیتے اور صوفیوں کی خرافات پر دھوکا نہیں کھاتے، نص سے فص کی طرف مائل نہیں ہوتے اور فتوحاتِ مدنیہ (قرآن وحدیث) سے فتوحاتِ مکیہ (شیخ ابنِ عربی قدس سرہٗ کی کتاب) کی طرف التفات نہیں فرماتے، یہی وجہ ہے کہ اُن کا وقت دائمی ہے اور ان کا حال استمراری ہے، ماسوا کے نقوش اُن کے باطن سے اس طرح پر ہٹ جاتے ہیں کہ اگر وہ ہزار سال تک ماسوا کا خیال دل میں لانے کے لئے تکلف کریں تب بھی میسر نہ ہو وہ تجلی ذاتی جو کہ دوسروں کیلئے برق کی مانند ہے ان بزرگوں کے لئے دائمی ہے وہ حضور کہ جس کے پیچھے غیبت ہو ان بزرگوں کے نزدیک احاطۂ اعتبار سے ساقط ہے: رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ [وہ لوگ کہ سوداگری اور خرید و فروخت میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں ہوتے] ان کی صفت ہے۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ اس سلسلۂ عالیہ کے خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم ہر زراق ورقاص (ریاکار اور رقص کرنے والا) کے ساتھ نسبت نہیں رکھتے ان کا معاملہ بلند ہے ؎

جیف باشد شرحِ او اندر بیاں　ہمچو رازِ عشق باید در نہاں
لیک گفتم وصفِ او تا رہ برند　پیش ازاں کز فوتِ او حسرت خورند

[اس کی شرح کو بیان کرنا ناانصافی ہے عشق کے راز کی طرح اس کو پوشیدہ رکھنا چاہیے، لیکن میں نے اس کی صفت اس لئے بیان کردی تاکہ قبل اس کے کہ اس کے عدم حصول پر حسرت کریں اس راہ پر چلیں]

مکتوب ۱۲۲

سلطانِ وقت مدظلہ کے نام سجدہ کے فضائل اور ذکرِ مذکور کی طرف ترقی کرنے پر ترغیب ۱۲۶
دینے اور اس تعالیٰ شانہٗ کی تنزیہ و تقدیس کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس
تعالیٰ سبحانہٗ کو تجلیات و مشاہدات و اسماء و صفات کے ماوراء ڈھونڈنا چاہیے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد ن المصطفےٰ خیر الوریٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلیٰ آلہ البررۃ التقی واصحابہ اصحاب المقامات والدرجات العلیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندہ کی کوئی حالت اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے کہ وہ اُس کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھے اور اس بندہ کا چہرہ خاک آلود ہو۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دونوں قدموں پر سجدہ کرتا ہے؟ پس بندہ کو چاہیے کہ سجدہ کرے اور خوب رغبت سے کرے اور خوب دعا کرے اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اس کا سجدہ اس کی پیشانی کے نیچے کی زمین کو زمین کے ساتوں طبق تک پاک کر دیتا ہے اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس نے اپنے اندر کوئی نقص و خامی نہ ہونے کے باوجود تواضع کی اور جس نے مانگنے کے بغیر اپنے نفس میں ذلت اختیار کی اور مال کو جو اس نے جمع کیا معصیت کے بغیر خرچ کیا اور اہلِ ذلت و مسکنت پر رحم کیا اور اہلِ فقہ و حکمت سے میل جول رکھا اور اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس نے اپنے علم پر عمل کیا اور اپنے زائد مال کو (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خرچ کیا اور اپنے آپ کو فضول گوئی سے روکا۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔

کمترین دعاگویان (یعنی یہ فقیر) حضرت ناصر الملۃ والدین، مرجع الاسلام و مؤید المسلمین، خلیفۃ اللہ تعالیٰ فی الارضین کے آستانہ عالیہ کے مقیمین و عتبۂ عالیہ کے خادمین کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ یہ مسکین بے بضاعت و ناکارہ ہونے کے باوجود آنجناب کی سلامتی جان و ایمان کی دعا سے فارغ نہیں ہے اور ترقی درجات اور ظاہری و باطنی استقامت کی طلب سے غافل نہیں ہے۔ ع

این دعا از من و از خلقِ جہاں آمین باد [یہ دعا میری طرف سے ہو اور تمام مخلوق کی طرف سے آمین ہو]

حضرت سلامت! برادرِ دینی شیخ عبد العلیم نے ایک خط اس فقیر کو لکھا تھا اور (اس میں) آنجناب کی جمعیتِ باطنی اور اس امرِ جلیل میں مشغولیت و پابندی کے بارے میں لکھا تھا۔ اس کو پڑھ کر

اللہ تعالیٰ جلّ سلطانہ کا شکر بجالایا کہ ان ظاہری مشغولیات کے باوجود آپ کے حقیقت بین دل کو مطلوبِ حقیقی کے ساتھ ایک خاص تعلق اور مقصودِ تحقیقی کے ساتھ ایک مخصوص شوق ہے، امید ہے کہ یہ تعلق روز بروز زیادہ ہوگا اور آتشِ شوق قوت پذیر ہوگی، یہاں تک کہ (یہ تعلق) ذکر سے مذکور تک پہنچائے گا اور دال سے مدلول تک لے جائیگا اور لفظ سے معنیٰ تک کھینچ لائے گا۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

قومے ز وجودِ خویش فانی رفتہ ز حروف در معانی

(ایک قوم اپنے وجود سے فانی (بے خبر) ہے وہ حروف سے معانی کے اندر چلی گئی ہے)

اس بارگاہِ جلّ و علا میں اسم و معنی وغیرہ کا اطلاق میدانِ عبارت کی تنگی کے باعث ہے ورنہ ع ص ۱۶۹

آنجا ہمہ آنست کہ برتر زبیان ست [وہاں سب کچھ وہ ہے جو کہ بیان سے بالاتر ہے]

اس سبحانہ کو لفظ و معنی سے ماوراء طلب کرنا چاہیے اور آفاق و انفس، تجلیات و ظہورات، توحید و اتحاد اور مشاہدات و مکاشفات سے ماوراء ڈھونڈنا چاہیے ؎

تو از خوبی نمے گنجی بعالم مرا ہرگز کجا گنجی در آغوش

[جب تو عالم میں خوبی کی وجہ سے نہیں سما سکتا تو پھر میری آغوش میں کہاں سما سکتا ہے]

سیر و سلوک سے مقصود حجابات کا رفع ہونا ہے خواہ وہ حجابات وجوبی ہوں یا امکانی ہوں، نہ یہ کہ مطلوب کو جال میں لے آئیں اور عنقا کو شکار کرلیں ؎

عنقا شکارِ کس نہ شود دام باز چیں کاینجا ہمیشہ باد بدست است دام را

[عنقا کو کوئی شکار نہیں کرسکتا تو اپنا جال اٹھالے کیونکہ یہاں ہمیشہ جال کو لگانا ایسا ہی ہے جیسا کہ ہوا کو ہاتھ میں لینا (یعنی اسکو کچھ حاصل نہیں)]

یہ کمال (جو بیان ہوا) مشکوٰۃِ نبوت سے ماخوذ ہے اور یہ (مذکورہ) ولایتِ انبیاء علیہم الصلوات و التسلیمات کا نتیجہ ہے، اُمتیوں میں سے بعض اُن حضرات کو اس کمال سے حصہ ہے جو کہ تبعیت و وراثت کے طور پر اُن (انبیائے کرام) علیہم البرکات کے کمال تک پہنچے ہیں اور وہ ان حضرات کے صحو کی شراب سے گھونٹ پی کر سیراب ہوئے ہیں، اہلِ ولایت میں سے اہلِ سکر نے کمال کو شہود و مشاہدہ میں سمجھا ہے اور وہ تجلیات کے ساتھ خوش و لذت یاب ہیں اور توحید و اتحاد کی طرف گئے ہیں، یہ لوگ اگرچہ امکانی و ظلمانی حجابات سے نکل چکے ہیں لیکن نورانی و وجوبی حجابات میں رہ گئے ہیں اور ان سے رہائی نہیں پائی ہے اور ان کے شہود کو شہودِ حق اور اس کی تجلی سمجھ کر کہتے ہیں کہ تجلیِ ذات برقی ہے یعنی برقِ خاطف کی مانند ہے پھر پردہ میں آجاتی ہے، اور جو اکابر کہ کمالاتِ وراثتِ (انبیاء) کے ساتھ متصف ہوئے ہیں اور انھوں نے توحید و اتحاد کو راستے میں چھوڑ دیا ہے اور تجلیات و ظہورات سے بلند ہو کر اور

شہود و مشاہدہ سے گذر کر حجابات (ظلمانی و نورانی) سے پوری طرح باہر نکل چکے ہیں اور انھوں نے یقین کے ساتھ جان لیا ہے کہ یہ شہود اس سبحانہ وتعالیٰ کا شہود نہیں ہے اور یہ تجلی اُس تعالیٰ شانہٗ کی ذاتِ مقدس کی (تجلی) نہیں ہے بلکہ اس کی صفات میں سے کسی ایک صفت اور اس کے کمالات میں سے کسی ایک کمال کا ظہور ہے جو کہ ذات کا حجاب ہے اور ذاتِ اقدس کا طالب اس کی صفات و کمالات کے شہود سے خوش نہیں ہوتا اور آرام نہیں پاتا، اسی لئے یہ اکابر حضرت خلیل (ابراہیم علیہ السلام) کی طرح لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ [میں غروب ہونے والوں سے محبت نہیں کرتا] کہتے ہوئے اور اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ [میں نے اپنا رُخ پھیر دیا] پڑھتے ہوئے اس (شہود) کے ماوراء کی طرف دوڑے ہیں اور انھوں نے اسم و صفت سے ذات تعالیٰ وتبارک وتقدس کے سوا اور کچھ نہیں چاہا ہے ؎

بوصلش تا رسم صد بار از پا افگند شوقم | کہ نوپروازم و شاخِ بلندے آشیاں دارم

[اس کے وصل تک رسائی سے پہلے میرا شوق مجھ کو سینکڑوں بار پاؤں سے گرا دیتا ہے کیونکہ میں نیا نیا اڑنے والا ہوں اور ایک بلند شاخ پر

اللہ سبحانہٗ ہمیں ان معانی کے ساتھ ایمان اور اس چشمہ سے ایک گھونٹ عطا فرمائے۔ آفتاب جہانداری و سلطنت کے انوار اور برکات و استقامت و ترویج ملت کے آثار روز افزوں ہوں الحمد للہ اولاً و اٰخراً والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ دائماً و سرمداً و علیٰ اٰلہ الکرام وصحبہ العظام۔

۱۶۹ مکتوب ۱۲۳

خواجہ ملکی جعفر خان کے نام سیرِ عاشق در معشوق کے راز اور عارف کے قلب کی جامعیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حقیقتِ جامعۂ قلبیہ جمالِ لایزال کا آئینہ ہو، حدیثِ قدسی میں ہے لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَآئِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ [نہ میں زمین میں سماتا ہوں نہ آسمان میں لیکن میں اپنے مومن بندے کے قلب میں سماتا ہوں] قلبِ انسانی جب تصفیہ کے ذریعہ اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو اس بات کی قابلیت پیدا کر لیتا ہے کہ وجوب کے اسرار اور قِدم کے انوار اس کے آئینہ میں جلوہ گر ہو جائیں اور معشوق کی سیر عاشق میں ظاہر ہو جائے۔ اس شعر کے کہنے والے نے اسی سیر کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

آئینہ صورت از سفر دور است | کاں پذیرائے صورت از نور است

[عاشق آئینہ کی طرح سفر سے دور ہے (یعنی سفر کا محتاج نہیں ہے) کہ وہ صورت کو نور کی وجہ سے قبول کرتا ہے]

اس وقت دل کو اسقدر وسعت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اس کے بالمقابل آسمانوں اور زمین کے طبقات کی کوئی حیثیت نہیں دیکھتا ہے۔ شیخ بایزید بسطامی قدس سرہٗ نے اس مقام میں کہا ہے کہ اگر عرش کو اور جو کچھ اس میں ہے اس سب کو عارف کے قلب کے گوشہ میں رکھ دیں تو عارف کو قلب کی وسعت کے باعث اس کا احساس نہیں ہوگا۔ شیخ جنید (قدس سرہٗ) اس کی شرح و تائید میں فرماتے ہیں کہ حادث جب قدیم کے ساتھ مل جاتا ہے تو اس کا کوئی اثر نہیں رہتا یعنی عرش و ما فیہ جو کہ حادث ہے عارف کے قلب کے بالمقابل جو کہ انوارِ قدم کے ظہور کا مقام ہے محو و لاشئے ہونے کی نسبت رکھتا ہے تو محسوس کہاں ہوگا۔ جاننا چاہیے کہ لفظ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیْ (میں اپنے مومن بندے کے قلب میں سماتا ہوں) اور لفظ سیرِ معشوق در عاشق سے کوئی شخص حلول و اتحاد کے معنی نہ سمجھے کہ وہ تعالیٰ شانہٗ اس سے پاک و بری ہے یہ (یعنی اللہ تعالیٰ کا قلبِ مومن میں سمانا اور سیرِ معشوق در عاشق) ایک بے کیف امر ہے جو اس مقام والوں پر واضح اور ظاہر ہے مَنْ لَّمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ [جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا] اس سے جو کچھ ہمارے فہم و خیال میں آتا ہے حق سبحانہٗ اُس سے پاک و برتر ہے ۔

اتصالے بے تکیف بے قیاس ہست رب الناس را با جان ناس

[لوگوں کے پروردگار کو لوگوں کی جان کے ساتھ ایک بے کیف و بے قیاس اتصال ہے]

حق سبحانہٗ و تعالیٰ ہم جیسوں کو ان معانی کے ساتھ کچھ ایمان نصیب کرے اور اس چشمہ سے ایک گھونٹ عطا فرمائے۔

مکتوب ۱۲۴

خواجہ احمد بخاری کے نام اُن کے دوست کے حال کی شرح اور واقعہ کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ کے گرامی نامہ نے پہنچکر خوش وقت کیا اللہ تعالیٰ ہمیشہ ترقی میں رکھے اور شریعت و سنت کے طریقہ پر استقامت عطا فرمائے۔ فقیر نے سرہند آنے کے بعد بہت بیماری و کمزوری اٹھائی، الحمد للہ والمنۃ کہ ان دنوں میں صحت ہے اور روز بروز ضعف کم ہو رہا ہے اور ایک دو وقت پالکی میں بیٹھ کر باہر بھی نکلتا ہے اور دوستوں کے ساتھ بیٹھتا ہے ۔

من از تو روئے نہ پیچم گرم بیازاری کہ خوش بود ز عزیزاں تحمل خواری

[اگر تو مجھ کو آزار پہنچائے تو بھی میں تجھ کو منہ نہیں پھیروں گا کیونکہ عزیزوں کی طرف کی ذلت کو برداشت کرنا اچھا ہے]

آپ نے لکھا تھا کہ "سیادت پناہ سید محمد وفا قلب میں تیس سے زیادہ مرتبہ (نفی و اثبات) کہتا ہے اور پہلے جو کچھ آنکھ بند کر کے دیکھتا تھا اب وہ کھلی آنکھ سے دیکھتا ہے، بیشک سید مذکور بہت سعادتمند ہے لیکن اس کو صحبت قلیل حاصل ہوئی ورنہ ان شاء اللہ تعالیٰ بہت ترقی کرتا" اس حال کے مطالعہ سے ہم بہت خوش ہوئے۔ اور یہ جو آپ کے منتسبین میں سے ایک شخص نے دیکھا ہے کہ "آپ کے سامنے ایک نعمت ہے کہ جس سے ہفت اقلیم (تمام دنیا) کے لوگ اور وحشی جانور اور پرندے حصہ پاتے ہیں اور ان کی دلجمعی ہوتی ہے"۔ ایک اعلیٰ بشارت ہے لیکن چونکہ خواب کا معاملہ ہے دیکھئے کیا تعبیر ہوتی ہے بہر حال اس کی استعداد کی خبر دینے والا ہے قوت سے فعل میں آنا اور بات ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ صاحب معاملہ کے معاون و مددگار اس قسم کی کوئی چیز دیکھتے ہیں والامر عند اللہ تعالیٰ (اور حقیقت معاملہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے) والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۲۵

شیخ ابو المظفر برہانپوری کے نام نماز کے بعض خاص اسرار اور احوال کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ العلی الاعلیٰ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علیٰ سید الوریٰ محمدن المصطفیٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ البررۃ التقیٰ اما بعد، مکتوب مرغوب جو کہ کیفیات و واردات پر مشتمل تھا پہنچا، مسرت بخش ہوا، حق سبحانہٗ ترقیات کے دروازے کھلے رکھے اور کمال کے اعلیٰ مرتبہ تک پہنچائے اور ذکر و تلاوت و نماز میں حلاوت و رقت کو زیادہ کرے اور حقیقتِ قرآن و حقیقتِ صلوٰۃ سے کامل حصہ عطا فرمائے۔ نماز اسی (ظاہری) صورت پر محدود نہیں ہے (بلکہ) عالم غیب میں ایک حقیقت رکھتی ہے جو کہ تمام حقائق سے اوپر ہے اور حدیث قِفْ یَا مُحَمَّدُ فَاِنَّ اللہَ تَعَالیٰ یُصَلِّیْ [اے محمد ٹھہر جائیے پس بیشک اللہ تعالیٰ حالتِ صلوٰۃ میں ہے) میں گویا اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے دیکھئے کون صاحب نصیب ہوگا کہ جو اس حقیقت سے اطلاع پائے اور اس کے باغیچوں سے کوئی پھول چُنے اور اس کی نماز اس حقیقت کی اقتدا کا شرف پائے اور تحریمہ میں شرکت پیدا کرے اور امام و مقتدی کی قرأت کے اتحاد کے باعث قربِ خاص حاصل کرے اور امام کی قرأت کے ساتھ جو کہ حقیقت میں اسی کی قرأت ہے مل کر کلامِ نفسی کی مانند مطلوب کا ہم آغوش ہو جائے کسی نے خوب کہا ہے ؎

اندر سخنِ دوست نہاں خواہم گشتن　　　تا بر لب او بوسہ زنم چونش بخواند

[میں دوست کی بات میں پوشیدہ ہونا چاہتا ہوں تاکہ جب وہ اس کو پڑھے تو میں اس کے لب کو بوسہ دوں]

ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الفِ ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ العزیز سے ہم نے سُنا ہے کہ علم کی طرح کلام کو متکلم کے ساتھ ایک ایسا اتحاد ہے جو کسی دوسری صفت کو نہیں ہے پس اس راہ سے قرب و منزلت کو حاصل کر فَهِمَ مَنْ فَهِمَ (سمجھا جس نے سمجھا) نماز کے اسرار کہاں تک بیان کروں ع

قلم ایں جا رسید و سر بشکست　　　　(قلم یہاں تک پہنچا اور اس کی نوک ٹوٹ گئی)

آپ نے دو حال جو اس ناکارہ کے بارے میں دیکھے ہیں" ایک یہ کہ کوئی شخص اس مسکین کی جانب اشارہ کر کے عربی زبان میں کہتا ہے کہ فلاں شخص اس قسم کا ولی اللہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کو پسند کر لیا ہے اور اس سے اوپر کوئی ولی اللہ نہیں ہے، دوسرا حال یہ کہ کوئی بزرگ اس درویش کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے کہ جو کوئی اس کو دیکھ لے یا اس سے مس کرے وہ بہشتی ہے" واضح ہوا، فقیر اگرچہ اس خطاب کے قابل نہیں ہے لیکن جب آپ جیسے بزرگ اس طرح کی کوئی چیز دیکھیں تو وہ ضرور کوئی محمل رکھتی ہوگی یا آپ نے اپنے حسنِ ظن کے مطابق دیکھا ہے حقیقت میں خواہ کچھ بھی ہو ؂

چشم دارم کہ دہد اشکِ مرا حسنِ قبول　　　　آنکہ در ساختہ است قطرۂ بارانی را

(میں امید رکھتا ہوں کہ وہ (اللہ تعالیٰ) جس نے بارش کے قطرے کو موتی بنا دیا، میرے آنسوؤں کو حسنِ قبول عطا فرمائے گا)

دوسرے دو حال جو کہ عزیزی شیخ محمد نے دیکھے ہیں دونوں عمدہ و روشن ہیں، حق تعالیٰ سبحانہ مراتبِ کمال تک پہنچائے اور پوشیدہ معانی کو قوت سے فعل میں لائے اِنَّهٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ (بیشک وہ قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے)

مکتوب ۱۲۶

خواجہ امان اللہ قاضی زادہ برہانپوری کے نام حال کی تعبیر اور حدیثِ معراج یَا مُحَمَّدُ اَنَا وَ اَنْتَ الحدیث کی شرح میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، مکتوب شریف پہنچ کر مسرت کا سبب ہوا، آپ نے شوق کا اظہار کیا تھا، حق سبحانہ آتشِ شوق کو مشتعل کرے تاکہ ماسوا سے پوری طرح آزاد کر دے اور قرب کے سرا پردوں تک پہنچائے۔ اور یہ جو آپ نے حال میں دیکھا ہے کہ جناب حضرت ۱۶۲ر
رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک مجلس میں بیٹھے ہیں اور لوگ دائیں اور بائیں بیٹھے ہیں اور آپ بھی اس مجلس میں بیٹھے ذکرِ نفی و اثبات حبسِ دم کے ساتھ کر رہے ہیں اور اس کے معنی کو لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ تصور کر رہے ہیں اس مجلس میں ایک شخص آپ سے کہتا ہے کہ تو شاید پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے

وجود کی بھی نفی کرتا ہے اور ان کو نیست (عدم) کر رہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آنسرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نیست نہیں کر رہا ہوں اسی اثنا میں آپ ہوشیار ہوگئے۔" میرے مخدوم! صوفیائے کرام جو ماسوی سے وجود کی نفی کرتے ہیں وہ اصالتاً وجود کی نفی کرتے ہیں اور مستقل طور پر موجود نہیں جانتے کیونکہ وجود اُن کے نزدیک اس تعالیٰ شانہٗ کے خاص الخاص اوصاف میں سے ہے اور وہ اس میں کسی دوسرے کی شرکت نہیں جانتے، اگر ممکن میں وجود ہے تو وہ اُس تعالیٰ وسبحانہٗ کے وجود کا پرتو اور اس بارگاہ سے مستفاد و مستعار ہے، یہ ظلی وجود واجب تعالیٰ کے وجود کے بالمقابل فانی اور لاشئی نظر آتا ہے اور نفی
کے قابل ہے اور قریب ہے کہ وہ وہم وخیال کی چیزوں میں شمار ہو، کُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۲۸ ۸۸
[اس (اللہ) کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے] نص قرآنی ہے، بیشک جب حادث قدیم کے ساتھ مل جاتا ہے تو اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔ پس وجود اصالت واستقلال کے طور پر ممکن سے ہمہ وقت منتفی ہے اور وجودِ ظلی ثابت ہے، عوام وخواص اور انبیاء علیہم الصلوات والبرکات وغیر انبیاء سب اس معاملہ میں برابر ہیں اور سب کا وجود مستعار و مستفاد ہے اور مستقل واصلی وجود حضرت ذوالجلال (تعالیٰ شانہٗ) کا خاصہ ہے۔ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے معراج کی رات اپنے آپ کو نفی کیا اور واجب الوجود تعالیٰ وتقدس کے بالمقابل اپنے آپ کو نیست تصور کیا جیسا کہ آپ نے فرمایا اَللّٰهُمَّ أَنْتَ وَمَا أَنَا وَمَا سِوَاكَ تَرَكْتُ لِأَجْلِكَ [اے اللہ تو ہے اور میں نہیں ہوں اور میں نے تیرے ماسوا کو تیری خاطر چھوڑ دیا] اگر یہ کہا جائے کہ معراج کی حدیث میں جو یہ نقل کرتے ہیں یَا مُحَمَّدُ أَنَا وَأَنْتَ وَمَا سِوَاكَ خَلَقْتُ لِأَجْلِكَ [اے محمد! میں ہوں اور تو ہے اور میں نے تیرے ماسوا کو تیری خاطر پیدا کیا] حق تعالیٰ اپنے حبیب کا اثبات کرتا ہے تو پھر آنسرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نفی کیوں کی کہ جواب میں (یہ) فرمایا اَللّٰهُمَّ أَنْتَ وَمَا أَنَا وَمَا سِوَاكَ تَرَكْتُ لِأَجْلِكَ۔ میں کہتا ہوں ہوسکتا ہے کہ اثبات وجودِ موہوب کے اعتبار سے ہو جو کہ ولادتِ ثانیہ کے ساتھ مربوط ہے اور نفی عدمیت اصلی اور فقر فطری کے اعتبار سے ہو جو کہ ممکن کا مقدر ہے یعنی حق سبحانہٗ نے جب اپنے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نعمت عظمیٰ
کے اظہار کے ساتھ نوازا کہ جو وجودِ موہوب وبقاء ذات تجھ کو عطا ہوا ہے کسی اور شخص کو میسر نہیں ہوا ۱۲۳
اور میں نے سب کو تیرا طفیلی کردیا ہے تو آنسرور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے تواضع وکسر نفسی کے طور پر ذاتی عدمیت اور فطری فقر پر نظر کرتے ہوئے اپنی نفی کی اور نعمت کو اس بارگاہ کے حوالہ کرکے اُس (تعالیٰ شانہٗ) کا اثبات کیا، جیسا کہ کوئی بادشاہ اپنے کسی نوکر پر مہربان ہو کر اس پر اپنے انعامات کی تعداد کا اظہار کرے اور اس کو سربلند کرے اور وہ فطری خوبی کے باعث جو کہ اس کو حاصل ہے تواضع کے

طور پر اپنی نفی کرے اور (اپنی) قدیمی فقر واحتیاج کو یاد کرے اور کہے کہ میں کچھ نہیں ہوں اور یہ تمام نعمتیں تیری طرف سے ہیں ؎

از تست طلسمِ ایں خزانہ من ہیچ نیم دریں میانہ
من ذرۂ خاکِ آستانم تو می طلبی بر آسمانم
ہم گنج تو ئی وہم تو گنجور من دستِ تہی فشاندم از دور

[اس خزانہ کا طلسم تجھ سے ہے، میں اس کے درمیان کچھ نہیں ہوں ۔ میں آستانہ کی خاک کا ایک ذرہ ہوں، تو مجھ کو آسمان پر بلاتا ہے ۔ خزانہ بھی تیرا ہی ہے اور خزانہ والا بھی تو ہی ہے، میں نے دُور سے خالی ہاتھ جھاڑ دیے]

اور دوسرے احوال بھی عمدہ وروشن ہیں، اللہ تعالیٰ مراتبِ کمال پر ترقی عطا فرمائے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۲۷

خواجہ موسیٰ قاضی زادہ برہانپوری کے نام نماز کی خصوصیات کے بارے میں اور آثارِ بشریت کے دُور ہونے اور محبت کے اسرار اور ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا کیونکہ انھوں نے لکھا تھا کہ قرآن مجید کی تلاوت میں جو الفاظ کہ زبان سے نکلتے ہیں وہ بعینہٖ تمام اعضاء سے نکلتے ہیں گویا روئیں روئیں ایک زبان ہے اور بہت لذت پیدا ہوتی ہے اور حرکات و سکنات اکثر اوقات اُس بارگاہِ اقدس کی جانب راجع ہو جاتی ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب شریف پہنچ کر مسرت بخش ہوا، چونکہ نیک احوال و کیفیات پر مشتمل تھا مسرت میں اضافہ کیا، اللہ تعالیٰ ہمیشہ ترقیات عطا فرمائے اور غرور و خود پسندی سے دُور کر دے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "نماز میں ایک ایسی حالت رُونما ہوتی ہے کہ حجاب درمیان سے اُٹھ جاتا ہے اور جس رکن کو ادا کرتا ہے پھر دوسرے رکن پر لوٹنے کا ذوق نہیں ہوتا اور غیر کا خیال ہرگز دل میں نہیں گذرتا اور اس وقت بہت زیادہ خوف پیدا ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو خس و خاشاک کی مانند بھی نہیں پاتا" آپ جان لیں کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نماز کی حالت میں وہ حجاب اٹھا دیا جاتا ہے جو نمازی اور اس کے پروردگار کے درمیان ہوتا ہے۔ اور ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ تعالیٰ سبحانہٗ نے لکھا ہے کہ یہ حجاب کا دور ہونا منتہی کی نماز کے ساتھ مخصوص ہے اس نعمتِ عظمیٰ پر اللہ عزوجل کا شکر بجا لائیں اور اس کی کیفیت کے زیادہ ہونے میں

کوشش کریں اور نماز کو آداب و شرائط اور طولِ قیام و قرأت کے ساتھ ادا کریں جو قرب کہ اُس (نماز) کی ۱۲۷
ادائیگی کے دوران ہوتا ہے وہ اس کے باہر نہیں ہے، وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا [اپنے طٰہٰ ۲۰
اہل و عیال کو نماز کا حکم کرو اور نماز کی ادائیگی پر قائم رہو] نماز کے کچھ اسرار برادرِ عزیزم شیخ ابوالمظفر (برہانپوری) کے ۱۳۲
خط میں لکھے گئے ہیں اگر آپ ان کا مطالعہ کریں گے تو ظاہر یہ ہے کہ محظوظ ہوں گے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "بہتا ہوا پانی، صحرا اور درخت وغیرہ اشیاء کے دیکھنے میں ایک رقت پیدا ہوتی ہے اور کچھ ایسے اسرار معلوم ہوتے ہیں جو ہرگز بیان میں نہیں آسکتے اور مشغولی کے وقت ایک ایسی حالت پیش آتی ہے کہ ہستی درمیان سے اُٹھ جاتی ہے اور مقامِ حیرت پیدا ہو جاتا ہے"۔ یہ تمام احوال مقبول و پسندیدہ ہیں حق سبحانہٗ نفی کے کمال اور انتفا کی حقیقت تک پہنچائے تاکہ بشریت کے آثار پوری طرح درمیان سے اٹھ جائیں اور لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ إِلَّا اللّٰهُ [اللہ کو اللہ ہی یاد کرتا ہے] جلوہ فرمائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "جب کبھی میں تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہوں تو ایک کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور محبت کا ایک ایسا نشہ اس طرف سے وارد ہوتا ہے کہ کیا لکھا جائے"۔ میرے مخدوم! یہ تمام کیفیات اسی نشے سے پیدا ہوئی ہیں اور یہ دید اسی محبت سے ظاہر ہوئی ہے، کام کا مدار محبت پر ہے جو کہ ظہور و اظہار کا سبب ہوئی ہے، محبت ہی ہے جو کہ پوشیدہ راز اور مخفی خزانہ کو ظہور کی جلوہ گاہ میں لائی ہے، محبت ہی ہے جو کہ حجابات کو دور کرتی ہے اور وصلِ عریاں (بے حجاب وصل) تک پہنچاتی ہے، آپ نے لکھا تھا کہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے میں جو الفاظ کہ زبان سے نکلتے ہیں وہ بعینہٖ تمام اعضا سے (بھی) نکلتے ہیں گویا رواں رواں ایک زبان ہے اور بہت زیادہ لذت پیدا ہو جاتی ہے اور حرکات و سکنات اکثر اوقات اس بارگاہ اقدس کی طرف راجع ہو جاتی ہیں۔ میرے مخدوم! غلبۂ ذکر کے وقت ہر عضو ذاکر ہو جاتا ہے دل اور تمام لطائف کے ساتھ (اس کی) خصوصیت نہیں رہتی، اگر تلاوت میں بھی یہ کیفیت پیش آئے اور تمام اعضا تلاوت میں مشغول ہو جائیں تو گنجائش ہے اور نیز جب بندہ کلام الٰہی کے سننے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے اور اپنی کلیت کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے تو حاسۂ سمع (کان) کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا اگر تلاوت بھی اپنی کلیت کے ساتھ کرے تو کیا تعجب ہے شاید کہ اس معاملہ کا راز یہ ہے کہ ہر حکم جو اس بارگاہ اقدس سے منسوب ہے وہ کلیت کے ساتھ ہے کیونکہ حصے اور اجزا ہونا وہاں محال ہے اگر تکلم ہے تو کلیت کے ساتھ ہے اگر استماع ہے تو وہ بھی کلیت کے ساتھ ہے، بزرگوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کلی طور پر علم ہے، کلی طور پر قدرت ہے اور کلی طور پر ارادہ ہے، علیٰ ہذا القیاس [اور صفتوں کو بھی اسی پر قیاس کر لیجئے] تخلق کے حکم کے مطابق عارف متخلق بھی

اپنی کلیت کے ساتھ متکلم اور اپنی کلیت کے ساتھ سامع ہو جاتا ہے علیٰ ہذا القیاس، کلام الٰہی کے ساتھ تکلم کرنے میں یہ معنی بہت زیادہ واضح ہیں اس لئے کہ یہ وہی کلام ہے کہ حق سبحانہٗ جس سے کلیت کے ساتھ متکلم ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۲۸

محمد باقر لاہوری کے نام ان کے احوال کی شرح اور ان کو بلند مقامات اور روشن اسرار کے حصول کی بشارت دینے کے بارے میں اور اس بیان میں کہ لطائفِ عالمِ امر کا عروج کہاں تک ہے اور عناصرِ اربعہ کا حصہ کہاں سے ہے اور اس شبہ کے حل میں جو کہ حقیقتِ قرآنی کے کمالاتِ نبوت پر فوقیت رکھنے کے بارے میں کیا تھا اور اس بیان میں کہ جو شخص صاحبِ قیومیت ہو اس کو ذات کے حصہ اور غیر محمدی المشرب کا حقیقۃ الحقائق سے لحوق شیخ کی ضمنیت کے ذریعہ سے ممکن بلکہ واقع ہے اور اُن کے دوستوں کے احوال کی شرح اور حق جل وعلا کے طالبین کی عزمت پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ کے مکتوبات شریفہ یکے بعد دیگرے پہنچ کر مسرت کا باعث ہوئے چونکہ روشن کیفیات اور بلند احوال پر مشتمل تھے اس لئے مسرت میں اضافہ کیا، فقیر نے ان ایام میں بیماری بہت اٹھائی چنانچہ اپنے آپ لکھنے اور بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ اب پوری طرح صحت ہے اور دوستوں کو خط بھی لکھتا ہوں اگرچہ کھڑا ہونے یا دو زانو بیٹھنے کی طاقت ابھی تک نہیں ہوئی ہے، آپ کے پانچ چھ خط سردست موجود ہیں ہر ایک کے مختصر جواب میں مشغول ہوتا ہوں۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اس مرتبہ کی حاضری میں جن نسبتوں کے حصول کی بشارت دی گئی تھی (یہ عاجز) ان کا ادراک کرتا ہے اور آپ نے اس کی تفصیل لکھی تھی" سب واضح ہوا، حق سبحانہٗ اسی طرح ہمیشہ ترقیات پر رکھے، اس کے بعد آپ نے لکھا تھا کہ میں ایک روز (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے) مکتوبات جلد سوم کا شہتر واں مکتوب مطالعہ کر رہا تھا اسی اثنا میں حقیقتِ صلوٰۃ کا کچھ پرتو جو کہ انوارِ قدم کے عجائبات پر مشتمل تھا نہایت بلندی و بے کیفی کے ساتھ اس فقیر کے باطن پر چمکا اور حقیقتِ قرآنی کے اوپر ظاہر ہوا اور اس نے نہایت درجہ اپنا مغلوب بنا لیا اور مدت تک اس نسبت سے مغلوب رہا اور بلاشبہ محسوس کرتا تھا کہ (یہ) اسی حقیقت

(یعنی حقیقتِ صلوٰۃ) کا پرتو ہے کبھی کبھی فرض نماز میں یہ کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اور آپ نے دوسرے خطوط میں بھی اس معنیٰ کے حصول کا اظہار کیا ہے اور وہ حال جس کی تعبیر حقیقتِ صلوٰۃ اور وہ معاملہ جو کہ اس حقیقت سے اوپر ہے وہ آپ نے معلوم کیا ہے اور اس معاملہ کی صحت و سقم معلوم کرنے کے لئے اس فقیر سے توجہ کرنے کی درخواست کی ہے۔ میرے مخدوم! فقیر اس معاملہ میں متوجہ ہوا، ظاہر ہوا کہ آپ کو اس عجیب و غریب نسبت سے کچھ حصہ حاصل ہو گیا ہے بلکہ اقتدا بصلوٰۃ بصلوٰۃ بھی معلوم ہوئی، والغیب عند اللہ تعالیٰ ۱۲۶
[اور غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے]۔ آپ نے لکھا تھا کہ "عروج بہت معلوم ہوتا ہے، ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ لطائف نے اپنے اصول سے بھی جو کہ عرشِ عظیم سے اوپر ہیں بالا ترقی کی ہے" بیشک لطائف کا اپنے اصول سے ترقی کرنا ولایت کی شرط ہے ولایتِ صغریٰ میں لطائف کا عروج اسماء و صفات کے ظلال تک ہے اور ولایتِ کبریٰ میں اسماء و صفات کے اصول تک ہے، عالم امر کے لطائف کا عروج ولایتِ کبریٰ تک ہے بلکہ ولایتِ کبریٰ کے دائرۂ اولیٰ تک زیادہ تر معاملہ عالمِ خلق کے ساتھ ہے ولایتِ کبریٰ کے باقی دائروں سے نفس کا حصہ ہے اور عناصرِ اربعہ کا حصہ ولایتِ علیا و کمالاتِ نبوت سے ہے —
آپ نے لکھا تھا کہ "کبھی حقیقۃ الحقائق کے ساتھ مناسبت ظاہر ہوتی ہے اور نزول کی طرف رُخ محسوس ہوتا ہے" بیشک کمالِ عروج کے بعد نزول سے واسطہ پڑتا ہے اور یہ نزول اتم ہے اس کے ثمرات و نتائج بہت زیادہ ہیں، اور آپ نے جو یہ نزولِ ملائکہ کا ظہور اور بائیں جانب کے کاتب (فرشتہ) کے بیکار رہنے کی بابت لکھا ہے یہ ایک بہت بڑی نعمت ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ [اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور تم کو اور زیادہ دوں گا] ابراہیم ۷
اور آپ نے جو انعام کے بالمقابل ایلام کی لذت کے زیادہ ہونے کا اظہار کیا ہے، بیشک اسی طرح ہونا چاہئے دوسرے حضرات نے محبتِ ذاتیہ کی علامت انعام و ایلام کا برابر ہونا کہا ہے اور ہمارے حضرت عالی (مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ) کے نزدیک انعام کی نسبت ایلام زیادہ لذت بخش ہے یہ محبت کی دیوانگیوں میں سے ہے مَنْ لَّمْ يَذُقْ لَمْ يَدْرِ [جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا]۔ آپ نے لکھا تھا کہ حقیقتِ صلوٰۃ و خلّت و محبت سے حصہ دونوں معنی میں پاتا ہے اور قرآن کا نفیس پشمینہ کا بے رنگ خلعت ظاہر ہوتا ہے، یہ کیفیات اکثر نمازوں میں خصوصاً فرض نمازوں میں اور کبھی اس (نماز) کے علاوہ پاتا ہے اور کبھی حقیقۃ الحقائق کے ساتھ مناسبت اور کبھی فنائے خاص مفہوم ہوتی ہے۔ نیز حقیقتِ معبودیتِ صرف جو کہ حقیقتِ صلوٰۃ کے اوپر ہے ظاہر ہوئی تھی اور اس مصرع

من بجائے میروم کانجا قدم نا محرم ست [میں ایسی جگہ جا رہا ہوں کہ جس سے قدم ناواقف ہے] کا مضمون

اس بے نشان مقام کا نشان ہر پر تو انداز ہوئی۔ حقیقتِ قرآن مجید بلکہ ذات و صفاتِ واجب تعالیٰ شانہٗ

اس عجیب مقام میں نمودار ہوئیں لہٰذا میرے مخدوم! جو چیزیں کہ آپ لکھتے ہیں ہم جیسے ناکاروں کو ان امور کا تصور اور دل میں خیال آنا بھی غنیمت ہے اور ان معانی پر ایمان لانا کافی اور نتیجہ بخش ہے (اگرچہ یہ امور نہایت دشوار ہیں) لیکن چونکہ آپ اس نسبت والوں کے ساتھ محبت و رابطہ رکھتے ہیں (اس لئے) اُن حضرات کی برکات و نسبت خاص سے امیدوار ہیں، اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] کوئی لمحہ ایسا نہیں گذرتا کہ معیت محبِ صادق کے نصیب نہ ہو کیونکہ اگر ۱۶۶
وہ کسی مقام میں محبوب سے کوتاہی کرے تو معیت درست نہیں ہوتی لیکن تفاوتِ محبت کے مطابق معیت میں بھی تفاوت ہوتا ہے، باوجودیکہ ان مقامات میں سے بعض میں آپ شریک بھی ہوتے ہیں لیکن حقیقتِ قرآنی کا اُس مقام میں ظاہر ہونا جو کہ معبودیتِ صرف ہے محلِ تامل ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے از زیر حقیقتِ قرآنی ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الفِ ثانی قدس سرہ) کے مطابق حضرت ذات تعالیٰ کی وسعتِ بیچون کا مبدا ہے اور یہ حقیقت ذاتِ مجردہ پر زائد ہے پس معبودیتِ صرف کے لائق نہیں ہوگی اور اس بارگاہِ عالی سے نیچے ہوگی، اس بیان سے وہ شبہ ساقط ہوگیا جو کہ وارد کیا گیا ہے کہ حقیقتِ قرآن صفتِ کلام یا شانِ کلام سے پیدا ہوتی ہے اس لئے ولایتِ کبریٰ میں داخل ہوگی اور اس کے کمالاتِ نبوت سے فوقیت رکھنے کی کیا صورت ہوگی کیونکہ یہ معنی کہ وسعتِ بیچون کا مبدا حضرتِ ذات تعالیٰ ہے ولایتِ سہ گانہ و کمالاتِ نبوت و حقیقتِ کعبہ سے بالاتر ہے پس سمجھ لیجئے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "ایک مرتبہ ذاتِ موہوب کا پَرتَو اس کمینہ پر چمکا اُس وقت میں جس طرح کہ افعال و صفات کو اس طرف سے پاتا تھا جسم و جُثّہ بھی اسی طرف سے پاتا تھا بلکہ جسم بھی نگاہِ بصیرت سے اُٹھ گیا تھا اور نورانیت کے سوا کوئی اور امر ادراک و مشاہدہ میں نہیں آتا تھا۔" میرے مخدوم! ذاتِ موہوب سے مراد اگر وجودِ موہوب حقانی ہے جو کہ ولادتِ ثانیہ سے وابستہ ہے تو ٹھیک ہے اور اگر مراد وہ حقیقت ہے جو کہ صاحبِ نسبتِ قیومیت کو عطا ہوتی ہے اور اسی کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے اور اس نعمت والے کا ایک زمانہ میں متعدد ہونا واقع نہیں ہے تو محلِ تامل ہے، مگر یہ کہ فنافی الشیخ کے واسطے سے جو کہ اس نسبت کا حامل ہے ذاتِ موہوب کے ساتھ کچھ نسبت پیدا کرے اور اس کے انوار و برکات سے بہرہ مند ہوجائے جیسا لفظ "پرتو از ذاتِ موہوب" تافت [ذاتِ موہوب کا پرتو چمکا] اس معنی کی خبر دینے والا ہے اور اس قسم کی نسبت ذاتِ موہوب کے ساتھ ممکن بلکہ واقع ہے اور اسی طرح حقیقۃ الحقائق تک وصول ہے (کہ) اگر وہ محمدی المشرب ہے تو اس کو راہِ وصول حاصل ہے اور غیر محمدی المشرب اگر فنافی الشیخ کے واسطے سے واصل ہوجائے تو گنجائش رکھتا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "بعض اہلِ ہند کے لئے نفی و اثبات کے معنی فارسی زبان میں مشق کرنا دشوار ہے ہندی (زبان) میں کہنا جائز ہے یا نہیں؟" میرے مخدوم! ابھی تک بزرگوں سے معلوم نہیں ہے کہ ہندی میں کسی شخص کو سکھایا ہو ہم بھی اس قسم کے لوگوں کو جو فارسی میں سکھاتے ہیں تو وہ تھوڑی سی محنت سے یاد کر لیتے ہیں اگر کسی پر بہت زیادہ دشوار ہو تو ہندی میں بتا دیں، اہلِ عرب کو جو ہم بتاتے ہیں تو عربی زبان میں بتاتے ہیں اور لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللّٰہ سے دلالت کرتے ہیں۔ محمد عارف نے ولایتِ علیا کے ساتھ کچھ
ف ۱۲۵ مناسبت پیدا کی تھی اور عناصر کا تصفیہ جو اس نے حاصل کیا تھا وہ اسی کے باعث تھا لیکن ولایتِ کبریٰ میں مقام رکھتا تھا اب ان دو تین دنوں میں توجہ کرنے سے معلوم ہوا کہ اس ولایت میں پہنچ گیا ہے عناصر کے تصفیہ کی حقیقت اس مقام میں ہے پہلے اس مقام میں عناصر کے تصفیہ کی صورت تھی۔ عبدالواحد نے بھی بہت ترقی کی ہے قریب ہے کہ احاطۂ ظلال سے باہر آجائے۔ اور آپ نے دوسرے دوستوں کے جو احوال لکھے ہیں سب عمدہ و پسندیدہ ہیں آپ اُن کے احوال میں خوب مشغول ہوں اور احمدی کے ساتھ ان کی خدمت کریں، حدیث یَا دَاوُدُ اِذَا رَاَیْتَ لِیْ طَالِبًا فَکُنْ لَہٗ خَادِمًا [اے داؤد! جب تو میرے کسی طالب کو دیکھے تو اس کا خادم ہو جا] آپ نے سُنی ہوگی۔ اور نیز حدیث نقل کرتے ہیں اِنَّ اَحَبَّ عِبَادِ اللّٰہِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ حَبَّبَ عِبَادَ اللّٰہِ اِلَی اللّٰہِ وَحَبَّبَ اللّٰہَ اِلٰی عِبَادِہٖ [بیشک اللہ کے بندوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ بندہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دوست بناتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اس کے بندوں کی طرف دوست بناتا ہے) والحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ دائماً و سرمداً و علیٰ آلہ الکرام و صحبہ العظام الیٰ یوم القیام۔

مکتوب ۱۲۹

خواجہ محمد ماہ[1] پسر خواجہ عبدالرحمٰن نقشبندی کے نام تعزیت و نصیحت کرنے اور شریعت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و سنت منورہ اور دوامِ ذکر پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ کیا لکھا جائے کہ ہولناک واقعہ اور وحشت انگیز خبر کے سننے پر دوستوں کو کس قسم کی مصیبت پہنچی اور کتنا رنج و غم پیش آیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ع ۲ ۱۵۶
[بیشک ہم اللہ کے ہیں اور بیشک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں] لیکن چونکہ مولائے حقیقی جل شانہٗ کی تقدیر

---

[1] خواجہ محمد صدیق ملقب بہ خواجہ ماہ، جیسا کہ مکتوب ۱۸۱ سے واضح ہے۔ مترجم

ارادہ سے صبر و رضا کے سوا چارہ و مفر نہیں ہے ؎

من از تو روے نہ پیچم گرم بیازاری
کہ خوش بود ز عزیزان تحمل خواری

[اگر تو مجھے آزار پہنچائے تب بھی میں تجھ سے روگردانی نہیں کرونگا کیونکہ عزیزوں کی طرف سے ذلت کو برداشت کرنا اچھا ہوتا ہے]

آپ کو چاہئے کہ شریعت و طریقت کے راستہ پر قائم رہیں تا کہ حقیقت تک راہ پائیں اور اپنے بزرگوں کے طریقے اور روش کو نہ چھوڑیں تا کہ ان کے فیوض و برکات سے بہرہ مند ہوں، دنیاوی زندگی بہت تھوڑی ہے اور آخرت کا معاملہ دائمی و ابدی ہے ایسا کام کرنا چاہئے کہ نجاتِ اُخروی حاصل ہو جائے اور مالکِ حقیقی سے سرخروئی نصیب ہو جائے، حق سبحانہٗ نے آدمی کو بیکار پیدا نہیں کیا ہے اور اس کی مرضی پر نہیں چھوڑا ہے کہ وہ جو کچھ سمجھ میں آئے کرے اور جس طرح چاہے زندگی بسر کرے' اس کو اوامر و نواہی کا پابند بنایا ہے' انسان اس کے سوا چارہ نہیں رکھتا کہ اس (اللہ تعالیٰ) کے اوامر و نواہی کے مطابق زندگی بسر کرے جس چیز کا اُس کو امر کیا گیا ہے اس کو بجالائے اور جس چیز سے منع کیا گیا ہے اس سے کنارہ کش ہو جائے اگر وہ ایسا نہ کرے تو وہ سرکش بندہ ہوگا اور طرح طرح کی سزاؤں کا مستحق ہوگا۔ ذکر و فکر میں مشغول رہیں اور اگر ذکر کہنے میں دل کو بیزاری پیدا ہو اور وہ ذکر کہنے سے باز رکھے تو معض وقوفِ قلبی ۱۲۹
یا بے کیف توجہ میں مشغول ہو جائیں ـــــ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "آرام و جمیعت اس میں ہے کہ دل کی حرکت جس طرح کی ہو ہوا اور دل میں کوئی خیال نہ گزرے یہاں تک کہ اسمِ ذات کے تلفظ کا خیال بھی نہ گزرے جس وقت یہ صفت ظاہر ہوتی ہے تمام چیزوں سے روک دیتی ہے' اس حال میں آرام و جمعیت زیادہ سے زیادہ مشاہدہ کرتا ہے" میرے مخدوم! یہ حال عمدہ ہے اور دل کو ماسوا سے جسقدر بھی قطع تعلق حاصل ہو جائے نعمت ہے لیکن بشرطیکہ فرائض و واجبات میں خلل واقع نہ ہو ورنہ خطرہ ہی خطرہ ہے جیسا کہ آپ نے خود لکھا ہے لیکن صفتِ مذکورہ کو ہاتھ سے نہ دیں اور ڈرتے اور کانپتے رہیں اور سنتِ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر مضبوطی سے قائم رہیں راہِ نجات یہی ہے اور اس کے علاوہ بیکار محنت کرنا ہے آپ کی استقامت کیلئے دعا کی گئی ہے؟ ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ عَلٰی جَادَّۃِ الشَّرِیْعَۃِ الْعَلِیَّۃِ [اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو شریعتِ عالیہ کے طریقہ پر ثابت قدم رکھے]

مکتوب ۱۳۰

شیخ حسین منصور جالندھری کے نام ان کے بلند و روشن احوال کی تعریف میں مع بعض بشاراتِ عالیہ کے اور اس بارے میں کہ جو فقیر قطب کے مددگاروں میں سے ہو اگر وہ اپنے آپ کو

فیض کا واسطہ پائے تو گنجائش رکھتا ہے اور اس شبہ کے حل میں تحریر فرمایا جو انھوں نے لکھا تھا کہ حقیقتِ قرآنی مرتبۂ صفات میں ہے اس کا تفوق کمالاتِ نبوت پر جو کہ مرتبۂ ذات ہے کس طرح ہوگا؟۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد و آلہ اجمعین۔ جو مکتوباتِ شریفہ آپ نے اس سے پہلے بھیجے تھے انھوں نے پہنچ کر خوش وقت کیا اور مسرت افزا ہوئے، اس وقت میں (یہ) فقیر بیمار تھا، جواب لکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اب جبکہ مرض کی شدت سے آرام ہے دونوں خطوں کے جواب میں جو کہ اعلیٰ و روشن احوال و کیفیات پر مشتمل تھے مشغول ہوتا ہے اور آپ یہ جو عنایتِ خداوندی جل شانہ' جو کہ چند و چون سے باہر ہے اس کے شاملِ حال ہونے کو مشاہدہ کرتے ہیں اور کدورتوں کے دور ہونے اور لغزشوں کے معاف ہونے کو جو محسوس کرتے ہیں اور بعض اوقات اپنے آپ کو فیض و رحمت و مغفرت کا واسطہ پاتے ہیں اور جو فیوض و برکات کہ سرورِ کائنات علیہ وآلہ افضل الصلوات و اکمل التحیات کی بارگاہ سے دائمی طور پر اپنے اوپر پاتے ہیں گویا کہ ایک نہر اس بحرِ محیط کی ۱۸۰
اس جانب کو کھودی گئی ہے اور دائمی طور پر جاری ہے اور گویا اپنی نظرِ مبارک سے ہرگز اوجھل نہیں کرتے ہیں اور ایک لمحہ بھی اپنی مہربانی سے دور نہیں کرتے اور ان امورِ مکتوبہ میں شک و شبہ نہیں پاتے بلکہ دن میں دوپہر کے وقت سورج کے دیکھنے کی مانند پاتے ہیں، یہ ایک بڑی نعمت ہے، اس کے مطالعے نے مسرور کیا اور معنوی لذتیں بخشیں، اَللّٰھُمَّ زِدْ [اے اللہ! اور زیادہ فرما]۔ اور آپ اپنے آپ کو جو فیض کا واسطہ پاتے ہیں" میرے مخدوم! یہ معاملہ قطب کے ساتھ وابستہ ہے لیکن جو غیر قطب کہ قطب کے معاونوں اور مددگاروں میں سے ہے اگر یہ معنی اپنے اندر محسوس کرے تو گنجائش رکھتا ہے اور جیسا کہ عالمِ مجاز میں وزیر مخلوق کو شاہی انعام پہنچانے کا واسطہ ہوتا ہے اگر وزیر کے مددگار بھی جو کہ مرجعِ خلائق ہیں اپنے آپ کو انعامات کا واسطہ سمجھیں تو کیا بعید ہے۔ آپ نے حقیقتِ قرآنی کے بارے میں دریافت کیا تھا ظاہر ہوتا ہے کہ اس حقیقت میں (آپ کو) بہت ترقی واقع ہوئی ہے، لہٰذا یہ معاملہ انجام کو پہنچ گیا ہے۔ اور آپ نے صباحت کے حصہ اور پَرتَو کے بارے میں جو پوچھا ہے وہ بھی محسوس ہوتا ہے اَلْغَیْبُ عِنْدَ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ [غیب کا علم اللہ سبحانہٗ کو ہے]۔ آپ نے لکھا تھا کہ "جب کمالاتِ نبوت کا معاملہ ذاتِ بحت (محض) کے ساتھ تعلق رکھتا ہے تو حقیقتِ کعبہ و حقیقتِ قرآنی کے اس پر فوقیت رکھنے کی کیا صورت ہے، میرے مخدوم! کہاں سے معلوم ہوا کہ کمالاتِ نبوت کا تعلق ذاتِ بحت کے ساتھ ہے اس فقیر (خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ) سے کس نے نقل کیا ہے، فقیر نے ہرگز نہیں کہا ہے اور حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کے کلام میں بھی معلوم نہیں ہے

ہاں ان کمالات تک وصول ولایتِ سہ گانہ کے حصول کے بعد ہے اور اسماء وصفات، شیون و اعتبارات اور تنزیہات وتقدیسات کے عبور کے بعد ہے اور اسم الظاہر و اسم الباطن سے ترقی کے بعد ہے جو کہ طریقہ کے بیان والے مکتوب[1] میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے لیکن اُن (کمالاتِ نبوت) کے ذاتِ بحت سے متعلق ہونے میں کلام ہے ؎

كَيْفَ الْوُصُوْلُ إِلَى سُعَادَ وَدُوْنَهَا ‏ ‏ قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَهُنَّ حُتُوْفُ

[سعاد (محبوبہ) تک پہنچنا کس طرح ہو سکتا ہے جبکہ اس کے راستہ میں بلند پہاڑ اور غار حائل ہیں]

یہ معاملہ ذاتِ محض کے ساتھ کس طرح متعلق ہو سکتا ہے جبکہ حضرت عالی (مجدد علیہ الرحمہ) نے اسی مکتوب میں حقیقتِ کعبہ کو جو کہ عظمت وکبریائی کے سراپردوں سے عبارت ہے کمالاتِ نبوت کے اوپر لکھا ہے اور کمالاتِ نبوت سے حصہ جزوِ ارضی (خاکی) کے لئے ثابت کیا ہے اور حقیقتِ کعبہ سے حصہ ہیئتِ وحدانی کے لئے جو کہ عالمِ خلق وعالمِ امر کا مجموعہ ہے حاصل ہونا لکھا ہے اور نیز اسی مکتوب میں مرتبہ ذات کو ان کمالات کے اوپر ثابت کیا ہے جیسا کہ انھوں نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس وجود وعدم سے ماوراء ہے اور نیز انھوں نے لکھا ہے کہ یہ ماوراء ہونا حجابات کے وجود کے اعتبار سے نہیں ہے ۱۸۱
کیونکہ حجابات تمام اُٹھ چکے ہیں بلکہ عظمت وکبریائی کے ثبوت کے اعتبار سے ہے جو کہ ادراک کی مانع ہے اور حقیقتِ قرآنی حقیقتِ کعبہ ربانی کے اوپر ہے اور وہ ہمارے حضرتِ عالی (مجدد قدس سرہٗ) کے طریقہ پر مبداُ وسعتِ بیچون حضرت ذات تعالیٰ سے عبارت ہے جیسا کہ انھوں نے (مکتوبات کی) جلد ثالث[2] میں تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے پس اشکال دور ہو گیا اور شبہ جاتا رہا۔ اگر آپ حضرتِ عالی (قدس سرہٗ) کے کلام کا تتبع کرتے تو ظاہر ہے کہ آپ اس اشکال سے رہائی حاصل کر لیتے۔ زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ آپ نے حضرت عالی (قدس سرہٗ) کی تحقیق سے آگاہی حاصل کئے بغیر حقیقتِ قرآنی کو ایک خط میں شانِ کلام لکھا ہے اور دوسرے خط میں اپنی غلطی کا اعتراف کیا ہے کہ میں نے پہلے خط میں غلطی سے لکھا ہے، حقیقتِ قرآنی صفتِ زائدہ ہے غلطی کے اعتراف کا کونسا موقع ہے، جس طرح کلام اللہ تعالیٰ کی صفتِ زائدہ ہے اسی طرح وہ شانِ غیر زائد بھی ہے اور یہ دونوں باتیں حقیقت کے طور پر ہیں مجاز درمیان میں نہیں ہے پس کلام کو ایک کے ساتھ مخصوص کرنا اور دوسرے کی نفی کرنا کس معنی میں سے ہوگا، اور یہ تسلیم کر لینے کی صورت میں کہ کلام صفت کے ساتھ مخصوص ہے اگر اس کی حقیقت شان ہو تو کیا نقص ہے اور تحقیق وہی ہے جو حضرتِ عالی (قدس سرہٗ) نے افادہ فرمائی ہے۔ اور نیز آپ نے پوچھا تھا کہ جب سالک لایاتِ ثلاثہ وکمالاتِ نبوت سے مشرف ہو جاتا ہے اور اس کی سیر حقائق میں واقع ہوتی ہے؟

[1] مکتوب ۲۶۰ دفتر اول (حضرت مجدد الف ثانیؒ)

[2] مکتوبات ۱۲۲، ۹۵، ۹۶ وغیرہ

تو گویا وہ ولایات و کمالات میں سے ہر ایک کا عروج و نزول علیحدہ رکھتا ہے یا ایک عروج کے ساتھ ولایات و کمالات سے مشرف ہو جاتا ہے اور ایک نزول کے ساتھ نازل ہو جاتا ہے۔ میرے مخدوم! بعض اشخاص ایسے ہوتے ہیں کہ ایک عروج کے ساتھ ان مقامات کو طے کر کے نزول کرتے ہیں اور بعض دوسرے اشخاص کے عروج و نزول متعدد ہوتے ہیں اور بعض کو بعض مقامات میں عروج ہوتا ہے اور نزول نہیں ہوتا یہ معاملہ طالبین کی قابلیتوں کے مطابق مختلف ہوتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یہ تفاوت راہبر (مرشد) کی تربیت کے تفاوت کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ آپ نے کوہستان کے سفر کا ارادہ کیا ہے بہتر ہے استخاروں کے بعد متوجہ ہوں، فقیر کی جانب سے بھی اجازت ہے۔ دیگر فقیر طریقۂ چشتیہ کسی شخص کو نہیں بتاتا اور خرقہ بھی نہیں دیتا (یہ اس لئے لکھا ہے) تاکہ واضح ہو جائے، سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا
پ۱ س۲ ۳۲ إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ۔

مکتوب ۱۳۱

شیخ انور نورسرائی کے نام اُن کے احوال و کیفیات کی تعریف میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ تجلی ذات کے لئے دوام ناگزیر ہے۔

۱۸۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، جو خط آپ نے از راہِ محبت بھیجا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا۔ آپ نے اپنی کیفیات و احوال کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا وہ سب اعلیٰ و پسندیدہ ہے اس کے مطالعہ نے خوشوقت کیا، اس میں لکھا ہوا تھا کہ "حقیقتِ صلوٰۃ اس طرح منکشف ہوئی کہ نور کا ایک درخت ہے اور اس درخت کی شاخ قبلہ کے سامنے واقع ہے اور فقیر اس درخت کو اپنے دائیں جانب دیکھتا ہے"۔ شاید کہ اس حقیقت کی مناسبت درخت کے ساتھ یہ ہے کہ درخت وسعت و تفصیل کی خبر دیتا ہے کیونکہ درخت بیج کی تفصیل ہے اور نماز بھی حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کی وسعتِ بیچون کا مرتبہ ہے اور چونکہ اس (نمازی) کی توجہ کعبۂ مقصود کی طرف ہے جو کہ مرتبۂ معبودیتِ صرف ہے (اسلئے) اس درخت کی توجہ قبلہ کی سمت میں متمثل ہوئی اور یہ جو آپ درخت کو دائیں جانب دیکھتے ہیں اس بات کی خبر دیتا ہے کہ آپ کے لئے اس درخت کی طرف سیدھا راستہ ہے امید ہے کہ مطلب تک پہنچا دے گا اور اس حقیقت سے کچھ حصہ حاصل ہو جائے گا۔

ما تماشا کنانِ کوتہ دست تو درختِ بلندِ بالائی

[ہم (صرف) سیر کرنے والے اور کوتاہ دست ہیں (اور) تو بلند و بالا درخت ہے]

آپ نے لکھا تھا کہ "ایک روز کسی نماز میں اپنے آپ کو آسمان کے اوپر دیکھا اور ایک نور دیکھا کہ نماز کے الفاظ اس نور میں منصور ہوتے تھے اور نماز کی ادائیگی کے دوران رکوع و سجود میں ایک ایسا حظ و لطف ہوتا تھا جو تقریر و تحریر سے باہر ہے" ایسا کیوں نہ ہو کہ نماز مؤمن کی معراج ہے اور نہایت قرب کا مقام اور دُوریٔ حجاب کا وقت ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "میں غیبت میں دیکھتا ہوں کہ ایک بے جہت و بے کیف نور ہے وہاں میں نے اپنے آپ کو ایسا معلوم کیا کہ میں مقبول بندہ اور (اپنے) مالک کا پسندیدہ ہوں اور کمترین کی زبان سے نکلا کہ میں اچھا بندہ ہوں" میرے مخدوم! چونکہ اس دید و علم میں آپ درمیان میں نہیں ہیں اور غیب سے یہ کلمہ آپ کی زبان پر جاری ہوا ہے (اس لئے) عمدہ اور مبارک ہے اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں اور اس کی رحمت کے زیادہ سے زیادہ امیدوار رہیں اور اپنے افعال و اعمال سے مایوس ہوں اور محض رحمت سے امید رکھیں اس کا قبول کرنا ہمارے افعال سے وابستہ نہیں ہے۔
آپ نے لکھا تھا کہ "مراقبہ میں ظاہر ہوا گویا کہ بے جہت و بے کیف تجلیِ ذات ہے اور اس کی حسن و خوبی وہم و خیال میں نہیں آتی" میرے مخدوم! تجلیِ ذات کی علامت اس کا دائمی ہونا ہے کہ جس کے پیچھے چُھپ جانا نہ ہو اور جو چُھپ جانے والی ہو وہ تجلیِ ذات سبحانہ نہیں ہے بلکہ شیونات میں سے کسی شان کی تجلی ہے اس لئے تجلیِ ذاتی برقی کہ جو مشائخ نے قرار دی ہے ہمارے حضرت عالی (مجدد قدس سرہٗ) کے نزدیک تجلی ذات نہیں ہے بلکہ شیونات میں سے کسی شان کی تجلی ہے جو کہ جلد چھپ جانے والی ہے ۱۸۳
میرے مخدوم! آپ نے میرے فرزند کے خط میں حقیقتِ قرآنی کے منکشف ہونے اور نماز ادا کرتے وقت اپنے آپ کو محیطِ مطلق دیکھنے اور اس وقت میں لذتِ عظیم کا مشاہدہ کرنے اور طالبین پر توجہ کی تاثیر کے ظاہر ہونے اور مجلس کی رونق کی بابت جو کچھ لکھا تھا یہ سب عمدہ و اعلیٰ ہے اس کے مطالعہ نے خوش وقت کیا اَللّٰھُمَّ زِدْ (اے اللہ! اور زیادہ فرما) طالبین کے احوال میں اچھی طرح مشغول رہیں اور ان پر توجہات سے دریغ نہ کریں لیکن ڈرتے اور کانپتے رہیں اور تضرع و التجا کرتے رہیں ایسا نہ ہو کہ اس راستے سے بندہ کی خرابی چاہی گئی ہو۔ گوشۂ نامرادی میں اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ بسر کریں اور اسرار کا خزانہ حاصل کریں۔

مکتوب ۱۳۲

خواجہ احمد بخاری کے نام اس بیان میں کہ جو کچھ محبوبِ حقیقی سے پہنچا ہے وہ محبوب و مرغوب ہے اور رزق کی تنگی و فراخی اس تعالیٰ شانہٗ کا خاص فعل ہے اور ان کے دوستوں کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ شریعتِ منورہ وسنتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ پر قائم ودائم رکھکر ظاہری وباطنی ترقیات سے مکرم وممتاز فرمائے، گرامی نامہ پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے (اس) فقیر کی بیماری کے متعلق لکھا تھا، اللہ تعالیٰ سبحانہ کی حمد ہے کہ ان دنوں آرام ہے لیکن کھڑا ہونے کی طاقت ابھی تک نہیں آئی ہے، مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَھَا[1] [زمین میں اور تمہاری جانوں میں کوئی مصیبت نہیں پہنچتی مگر یہ کہ وہ لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہے قبل اس کے کہ ہم اس کو پیدا کریں] جو کچھ اس طرف سے پہنچتا ہے مرغوب محبوب ہے پیشانی وابرو پر بل ڈالے بغیر کشادہ روئی کے ساتھ اس کا استقبال کرنا چاہئے بندگی کا راستہ یہی ہے بعض دوست روزگار کی تنگی اور قرضداریوں کے بارے میں شکایت کا اظہار کیا کرتے ہیں شکایت کا کوئی موقع نہیں ہے جو رزق مقدر ہے اس میں کسی کمی وزیادتی کا احتمال نہیں ہے، رزق کا تنگ و کشادہ کرنا اس تعالیٰ شانہ کا خاص فعل ہے کسی شخص کو اس میں دخل نہیں ہے اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ[2] [اللہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کو کشادہ کرتا ہے اور جس کیلئے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے] اللہ تعالیٰ کی خوشنودی (حاصل کرنے) کا طریقہ یہ ہے کہ بندہ اپنے دل کے رخ کو تمام سمتوں سے ہٹا کر اس (تعالیٰ شانہ) کے ذکر وعبادت میں یکسو ویکرو ہو جائے اور پوری طرح آخرت کی تعمیر میں کوشش کرے اور اس کا مطمعِ ہمت مولائے حقیقی جل سلطانہ کی خوشنودیوں کے سوا اور کچھ نہ ہو، وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا[3] [اور اپنے پروردگار کا ذکر کرو اور تمام سمتوں سے ہٹ کر اس کی طرف پوری طرح متوجہ ہو جا] اور معاشی امور کو اس (اللہ تعالیٰ) کے حوالہ کردے اور کشود کار کو اسی کی طرف سے جانے اور
۱۹۴ اسی سے طلب کرے، رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا[4] [وہ مشرق ومغرب کا پروردگار ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں بس تو اس کو اپنا کارساز بنالے] حدیث شریف میں آیا ہے سونے اور چاندی کے لئے ہلاکت ہے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ سن کر) صحابہ کرامؓ نے عرض کیا تو پھر ہم کیا جمع کریں؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا، ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا قلب اور ایسی بیوی جو آخرت کے لئے مددگار ہو۔[5] اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص نے اپنے تمام فکروں[6] کو ایک فکر (فکرِ آخرت) بنا دیا، اللہ تعالیٰ اس کی تمام فکروں کے لئے کافی ہوگا اور جس شخص کو دنیاوی فکروں نے گھیر لیا تو اللہ تعالیٰ کو اس کی پرواہ نہیں کہ وہ ان افکار کی کسی بھی وادی میں ہلاک ہو۔

۱؎ ۵۷/۲۲ ۲؎ ۳۰/۳۷ ۳؎ ۷۳/۸ ۴؎ ۷۳/۹ ۵؎ رواہ ابن ماجۃ والبیہقی (المشکوۃ)

۶؎ مشکوۃ شریف میں سائر ھمومہ (اپنے تمام غموں) کی بجائے ھم دنیاہ (دنیاوی غموں) ہے۔

آپ نے سید محمد اور اُن کے بڑے بھائی کے جو کچھ احوال لکھے تھے واضح ہوئے۔ آپ نے اپنے بھائی کے حالات میں لکھا ہے کہ "وہ پہلے جو کچھ آنکھ بند کئے ہوئے دیکھتے تھے اب وہ کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہیں" میرے مخدوم! یہ بات باطن کی ترقی پر دلالت نہیں کرتی اور کمال اس بات کیساتھ وابستہ نہیں ہے

ع تو مباش اصلا کمال این ست وبس [تو ہرگز نہ رہ (یعنی خود کو مٹادے) کمال یہی ہے اور بس]

اور آپ مراتب قلب کو جو مشاہدہ کرتے ہیں یہ عمدہ و اعلیٰ ہے حق سبحانہٗ ہر مرتبۂ قلب کے کمال سے بہرہ ور کرے اور قلب بسیط سے کچھ حصہ عطا فرمائے۔ آپ نے محمد زاہد کے احوال کے بارے میں بلند اور اعلیٰ کیفیات لکھی ہیں اس تعالیٰ شانہٗ کے کرم سے نزدیک ہے لیکن یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "وہ ولایتِ کبریٰ کی تفصیل وار سیر کرکے پانچویں نصف دائرہ میں مقامِ قبولیت متعین کرتا ہے اور اسی طرح ولایتِ عُلیا کے ہمسایہ میں نقطہ متعین کرتا ہے کہ وہ بھی مقامِ قبولیت ہے" معلوم نہیں ہوا کہ یہ مقامِ قبولیت کس چیز سے عبارت ہے اور کس قسم کی قبولیت ہے اور پانچواں نصف دائرہ کس معنی میں ہے اگر مراد ایک قوس ہے کہ حضرت عالی (مجدد قدس سرہٗ) نے جس کو ولایتِ کبریٰ کی انتہا قرار دیا ہے تو چوتھا نصف دائرہ کہنا چاہیے کیونکہ قوس چوتھے دائرہ میں ہے، تین دائرے کامل ہیں اور ان کے اوپر قوس ہے آپ نے لکھا تھا کہ "یارانِ طریقت جو آپ سے وابستہ ہیں ان کو جس جگہ کوئی دشواری اور مانع پیش آتا ہے اور رکاوٹ واقع ہوتی ہے اس خاک نشین (مکتوب الیہ) کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اُن پر فقیر کی صورت ظاہر ہوجاتی ہے اور اُس جگہ سے گذار دیتی ہے اور فقیر کچھ بھی نہیں دیکھتا اور کچھ خبر نہیں رکھتا" میرے مخدوم تکمیل و ارشاد اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا معاملہ ہے مُربّیِ حقیقی وہی سبحانہٗ و تعالیٰ ہے لیکن ظاہری اعتبار سے یہ معاملہ پیر و مرشد سے وابستہ کردیا گیا ہے اس کے توسط سے مرید کا کام درجۂ کمال تک پہنچاتے ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مرشد کو اس توسط کی اطلاع ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی ع

از ما و شما بہانہ بر ساختہ اند [ہم کو اور تم کو تو بہانہ بنایا گیا ہے]

خاص طور پر جبکہ مرشد اربابِ جہل میں سے ہو تو اس کو مرید کے احوال اور اپنے واسطہ ہونے کی اطلاع بہت کم ہوتی ہے اس کے باوجود اس کی صحبت میں لوگ کمال و اکمال کے مرتبہ تک پہنچتے ہیں اور صاحبِ احوال و صاحبِ علم ہوتے ہیں اور اس جہل سے اس کے کمال و تکمیل میں کچھ نقص ۱۸۵
نہیں ہوتا ہے اسی کے احوال و کمالات ہیں جو کہ مریدوں کے آئینوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔

والسلام اولا و آخرا

❖

مکتوب ۱۳۳

شیخ شرف الدین سلطانپوری کے نام مریدوں کے احوال میں مشغول ہونے پر ترغیب دینے اور تصحیح نیت پر تاکید کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے (یہاں کے) احوال ہر طرح حمد کے لائق ہیں اللہ تعالیٰ ہر آپ کی عافیت اور اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ طریقہ پر ظاہری و باطنی طور پر استقامت کیلئے دعا کی گئی ہے جو گرامی نامہ آپ نے ان دنوں ارسال کیا تھا پہنچکر مسرت افزا ہوا، آپ نے صبح اور ظہر کے وقت حلقۂ ذکر اور نمازِ مغرب کے بعد دوستوں کو توجہ دینے کے طریقہ کی پابندی اور مجلس کی رونق اور توجہات کی تاثیر اور اس کے آثار ظاہر ہونے اور اس پر عظیم ترقیات کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا اس نے خوشی میں اضافہ کیا۔ اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ اِخْوَانَنَا فِی الدِّیْنِ [اے اللہ! ہمارے دینی بھائیوں کی تعداد بڑھا] آپ کو چاہیے کہ اس جلیل القدر کام میں بہت زیادہ اہتمام کریں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ وہ شخص ہے جو بندوں کو اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والا بنائے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کو اس کے بندوں کی طرف متوجہ کرے؛ تصحیح نیت میں جان و دل سے کوشش کریں اور ہمیشہ التجا و تضرع کرنے والے رہیں۔ آپ نے حقیقتِ قرآنی سے منصف ہونے اور اس سے اوپر عبور پانے کے متعلق جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا اس کی تفصیل آپ کی یہاں موجودگی سے تعلق رکھتی ہے اس لئے کہ معاملہ نازک ہے اور جو کچھ آپ (اپنے اندر) پاتے ہیں ایک بہت بڑی نعمت ہے امید ہے کہ یہ دو باتوں سے خالی نہیں ہوگی یا اس وقت حاصل ہے یا عنقریب حاصل ہونے والی ہے، بہر حال اللہ جل شانہٗ کا شکر بجا لائیں اور اس بات کی ہمت کریں کہ (معرفت کے) اس بحرِ عمان سے کوئی موتی ہاتھ لگے جو سات پشت کی سعادت کا سبب بنے اور آٹھوں بہشت رونما ہوں دوستوں سے دعا کی امید کی جاتی ہے والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۳۴

سید نعمت اللہ بنگالی کے نام ان کے احوال کی شرح اور واقعہ کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، جو خط کہ سیادت مآب سید نعمت اللہ نے اپنے احوال کے

۱۸۶ بارے میں ازراہِ محبت بھیجا تھا اس نے پہنچ کر خوش وقت کیا، آپ نے اُس نُورکے (ظہور) کے بارے میں جو کہ حقیقتِ کعبہ سے تعبیر کیا گیا ہے اُس کے بعد پُر تکلف اور الفاظِ قرآنی سے مزیّن خلعت کے عطا ہونے کے متعلق جو لکھا تھا واضح ہوا، امیدوار رہیں کہ قرآن مجید کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوں اور عنقریب حقیقتِ کعبہ سے حصہ پانے کی مانند اس کی حقیقت سے کچھ حصہ پائیں، آپ نے لکھا تھا کہ "ایک حال میں مجھ پر تجلّی (وارد) ہوئی، میں نے اپنے آپ کو اس میں عدم محض پایا، اس کے بعد اس ذات کے ساتھ بقا پائی، اس اثنا میں القا فرمایا گیا کہ یہ حضرت خلیل (سیدنا ابراہیم) علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حال ہے آیہ کریمہ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ [بیشک میں نے اپنا منہ اس ذات کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا] آخر آیت تک کا حاصل معنی القا فرمایا گیا اس کے بعد تغیر ہونا ہونے لگا اس حد تک کہ آسمان و زمین اپنے اندر پاتا تھا حق جلّ و علا کی تجلّی اس احقر کے اندر ظاہر ہوتی تھی اس اثنا میں فرمایا گیا کہ یہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا حال ہے" میرے مخدوم! اس حال کی تعبیر ظاہر ہے، حق سبحانہٗ و تعالیٰ دونوں ولایتوں سے بہرہ ور فرمائے اور ہر ایک کے انوار سے منور کرے، یہ حال ایک واضح بشارت ہے امیدوار رہیں پہلی تجلّی میں چونکہ عدمیت و محویت، شرک سے بیزاری، سب سے منہ موڑنا اور اغیار و ماسوی اللہ کی شراکت کے بغیر بارگاہِ قدس کی جانب منہ کرنا ہے (اس لئے اس کی) مناسبت حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہے کہ جنہوں نے نفی کے معاملہ کو نقطۂ آخر تک پہنچایا ہے اور دوسری تجلّی مقام اثبات و تجلّی ذات کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے جو کہ خاتم الرسل علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کا حال ہے۔

مکتوب ۱۳۵

عادل بیگ پسر کامل بیگ کے نام آخرت کی تعمیر اور کمینی دنیا کی مذمت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ (آپ کو) ماسوا کی غلامی سے آزاد کرے (یہاں کے) احوال ہر طرح حمد کے لائق ہیں (اپنے) اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ معمور رکھیں، آخرت کا زادِ راہ تیار کریں اور کمینی دنیا کی جھوٹی چمک دمک والی چیزوں پر شیدا نہ ہوں اور اس کی زینت پر فریفتہ نہ ہوں اور اس کے کروفر کے باعث آپے سے باہر نہ ہوں کیونکہ (دنیا) فنا و ہلاک ہونے والی ہے کوئی ثبات نہیں رکھتی اور ایک شکر آلود زہر ہے اور ایک ملمع کی ہوئی نجاست ہے، اس زہر کا مقتول دائمی موت میں گرفتار ہے اور سرمدی حسرت میں مبتلا ہے فَاحْذَرْ كُلَّ الْحَذَرِ [پس اس سے پوری طرح بچنا چاہئے] ۔

ہمہ اندرز من بتو این ست   کہ تو طفلی و خانہ رنگین ست

[میری تمام نصیحت تجھ کو یہی ہے کہ تو بچہ ہے اور گھر رنگین ہے]

زندگی وہی ہے جو مولائے حقیقی تعالیٰ شانہٗ کی خوشنودیوں میں صرف ہو جائے اور اس کی طلب و درد میں ۱۸۷
بسر ہو جائے باقی زندگی عمر کے شمار میں نہیں وبال میں داخل ہے ؎

ہرچہ جز عشقِ خدائے احسن ست   گر شکر خوردن بود جاں کندن ست

[خدائے احسن کے عشق کے سوا جو کچھ بھی ہے گرچہ شکر (مٹھائی) کا کھانا ہی کیوں نہ ہو وہ بھی جان کو ہلاک کرنا (زہر قاتل) ہے]

احوال لکھتے رہیں اور دوستوں کو دعا میں یاد رکھیں۔ والسلام

مکتوب ۱۳۶

محمد حسین کابلی کے نام اُن کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، برادر دینی صوفی محمد حسین سلام پڑھیں اور ظاہری و باطنی استقامت کے ساتھ رہ کر دوستوں کو دعا کے ساتھ یاد کرتے رہیں، جو معاملہ آپ کو عید کی رات میں پیش آیا تھا وہ آپ نے لکھا تھا اور توحید صرف کے مشاہدہ کی خبر دی تھی واضح ہوا اور مسرت و خوشدلی کا باعث ہوا حق سبحانہٗ ہمیشہ ترقی میں رکھے اور منصبِ اعلیٰ کی کوئی علامت ظاہر فرمائے۔ آپ نے حافظ جیو کی خدمت کی شکر گذاری لکھی تھی اور وہ جو فقرا و صلحا کی خدمت کرتے ہیں بیان کی تھی واضح ہوئی، حق سبحانہٗ اُن کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ وہ کہتے ہیں کہ میں مشغولی کے وقت اپنے آپ کو نیست پاتا ہوں ہم اس کے مطالعہ سے مسرور ہوئے، حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس دید کو زیادہ کرے اور ہستی موہوم کا کچھ بھی اثر نہ چھوڑے تاکہ فنائے حقیقی ظاہر ہو جائے ایک بزرگ نے کہا ہے اَمْضِیْ عَدَمًا لَا اَعُوْدُ اَبَدًا (میں ایسا عدم جانا ہوں کہ کبھی (وہاں سے) نہ لوٹوں) والسلام

مکتوب ۱۳۷

حاجی محمد شریف خادم کے نام اُن کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ عجیب معارف و نادر تحقیقات پر مشتمل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، برادر دینی حاجی محمد شریف نے دریافت کیا ہے کہ قربِ نوافل و قربِ فرائض کے معنی کیا ہیں اور کفرِ شریعت و کفرِ طریقت کیا ہے اور ایک

کی علامات کیا ہیں؟ آپ جان لیں کہ قربِ نوافل وہ قرب ہے جو عباداتِ نافلہ پر مرتب ہوتا ہے اور چونکہ نوافل میں عابد کا وجود درمیان میں ہے (اس لئے) جو قرب کہ اس پر مرتب ہوگا وہ ایسا قرب ہوگا کہ وجودِ سالک درمیان میں رہے گا یہ قرب فنا کرنے والا نہیں ہے اس لئے کہ صاحبِ قرب کا وجود ابھی تک درمیان میں ہے ۱۸۸
بزرگوں نے کہا ہے کہ قربِ نوافل وہ ہے کہ بندہ فاعل ہو اور حق جل وعلا اس کے فعل کا آلہ ہو، حدیثِ قدسی میں آیا ہے لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ لَہٗ سَمْعًا وَّبَصَرًا وَّیَدًا وَّرِجْلًا[1] [میرا بندہ نوافل کے ذریعے ہمیشہ مجھ سے قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں] اور اس کی تائید کا مضمون ایک اور روایت میں آیا ہے فَبِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ [پس وہ مجھ ہی سے سنتا ہے اور مجھ ہی سے دیکھتا ہے] اور قربِ فرائض میں چونکہ محض امرِ الٰہی تعالیٰ شانہٗ کی تعمیل ہے وجودِ عارف درمیان میں نہیں ہے، پس جو قرب کہ اس پر مرتب ہوتا ہے وہ ایسا قرب ہوتا ہے کہ عارف کا وجود اس کے درمیان میں نہیں ہوتا، اسی لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ قربِ فرائض وہ ہے کہ حق تعالیٰ فاعل ہو اور بندہ اس کے فعل کا آلہ ہو، جیسا کہ وارد ہوا ہے اَلْحَقُّ یَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ [حق عمرؓ کی زبان پر بولتا ہے] بولنے والا حق ہے اور عمر رضی اللہ عنہ کی زبان آلہ سے زیادہ نہیں ہے اور نیز وارد ہوا ہے اِتَّقُوْا غَضَبَ عُمَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ یَغْضَبُ [عمرؓ کے غصے سے ڈرو اس لئے کہ بیشک (ان کے غصہ کے وقت) اللہ تعالیٰ غصہ کرتا ہے] پس قربِ فرائض سالک کے وجود کو فنا کرنے والا ہے اور قربِ نوافل فنا کرنے والا نہیں ہے اور جمع بین القربین (دونوں قربوں میں جمع) یہ ہے کہ فاعل و آلہ دونوں حق تعالیٰ ہی ہو اور بندہ درمیان میں کچھ نہ ہو اور آیۂ کریمہ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی [اور (کنکریوں کو) آپ نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے (ان کو) پھینکا] میں ان تینوں (قسم) قرب کی طرف اشارہ ہے۔ پ ۹ ع ۱۷

کفرِ شریعت وہ ہے کہ بندہ کسی ایسے امر کا مرتکب ہو جس کا ارتکاب شریعتِ منورہ میں کفر ہو اور وہ شخص شریعت کے حکم سے کافر ہو جائے اور کفرِ طریقت مرتبۂ جمع سے عبارت ہے کہ اس مقام میں اسلام کی خوبی اور کفر کی برائی میں تمیز سالک کی نظر سے اٹھ جاتی ہے اور وہ سب کو صراطِ مستقیم پر سمجھتا ہے اور کہتا ہے ؎

بکفر و باسلام یکساں نگر ‏ ‏ ‏ ‏ کہ ہر یک ز دیوانِ او دفتریست

[کفر اور اسلام کو یکساں دیکھ کیونکہ ان میں سے ہر ایک اس کے دیوان کا ایک دفتر ہے]

---

[1] یہ حدیث صحیح بخاری میں مروی ہے اور حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ نے اس کو اختصار کے ساتھ اور بالمعنی نقل کیا ہے۔

حسین منصور (حلاج) اسی مقام میں تھا جب اس نے کہا ؎

کَفَرْتُ بِدِیْنِ اللّٰہِ وَالْکُفْرُ وَاجِبٌ لَدَیَّ وَعِنْدَ الْمُسْلِمِیْنَ قَبِیْحٌ

(میں نے اللہ کے دین سے انکار کیا اور یہ انکار کرنا مجھ پر واجب اور مسلمانوں کے نزدیک برا ہے)

اس مقام میں سکر ہر وقت دامنگیر ہے، محبت کی بیخودی کے باعث سالک اچھے اور بُرے کے درمیان تمیز نہیں رکھتا اور جب سکر سے صحو میں آتا ہے اور بیخودی سے ہوش اور عدم تمیز سے تمیز کی طرف مائل ہوتا ہے تو (اُس وقت) اسلام کو اچھا اور کفر کو بُرا جانتا ہے اور اسلام حقیقی کے ساتھ مشرف ہو جاتا ہے اور کفر سے بیزاری ظاہر کرتا ہے پس کفرِ طریقت اسلام حقیقی کا زینہ ہوا۔

آپ نے مبتدی و منتہی کے حضور اور ان دونوں کی غَیبت اور قبض و بسط کے بارے میں پوچھا تھا، آپ جان لیں کہ مبتدی کا حضور ایک ایسا حضور ہے کہ جس کے پیچھے غَیبت ہے اور متوسط کا حضور ایک ایسا حضور ہے کہ جس کے پیچھے غَیبت نہیں ہے اور ان دونوں (قسم کے) حضور میں حاضر (صاحب حضور) کا وجود درمیان میں ہے اور اس (وجود) کو فنا حاصل نہیں ہوئی ہے۔ منتہی کا حضور ایک ایسا حضور ہے کہ ذات حاضر درمیان میں نہیں ہے، حاضری و حضور کی صفت کے بغیر ایک خود بخود حضور ہے اور شاہدی و ۱۸۹
مشہودی کے وصف کے بغیر ایک شہود ہے مَنْ لَّمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ [جس نے نہیں چکھا اُس نے نہیں جانا]

مبتدی کی غَیبت ذاکر کی حقیقتِ جامعہ پر جو کہ حس و شعور کا مقام ہے سلطانِ ذکر کے غلبہ کے ذریعہ حس سے اس کی غَیبت ہے، منتہی کی غیبت تجلیاتِ ذاتیہ وصفاتیہ کے غلبہ کے وقت اپنی ذات و صفات سے اس کی غیبت اور اس ہستیٔ موہوم پر ہستیٔ حقیقی کے غلبہ کے وقت اس کا چھپ جانا بلکہ معدوم ہو جانا ہے۔ اور دوسرے لفظوں میں ہم کہتے ہیں کہ مبتدی کی غَیبت اس کے باطن سے ذکر و حضور کا چھپ جانا ہے اور منتہی کی غیبت اُس کے ظاہر کا باطن کے معاملہ سے پردہ میں آجانا ہے کیونکہ اس کے باطن کو غَیبت نہیں ہے وہ جو کچھ رکھتا ہے دوام کے طور پر رکھتا ہے۔

قبض و بسط اربابِ قلوب کو ہوتی ہے جو کہ مبتدی ہیں، قلب جب تک مقامِ تلوین میں ہے قبض و بسط کا مورد ہے جب وہ تمکین سے جا ملا قبض و بسط سے رہائی پا گیا، منتہی کو یہ قبض و بسط نہیں ہے جو صوفیہ کی اصطلاح میں مستعمل ہے، اُس کو تمکین و یک رنگی کے باوجود بعض عوارض کے پیش آنے کے باعث بے مزگی و بے حلاوتی پیش آتی ہے اور کبھی صفائی وقت ظاہر ہوتی ہے اس پر قبض و بسط کا اطلاق مجاز کے طور پر کیا جاتا ہے اگرچہ یہ اطلاق بھی مشہور و آشکار ہے۔

آپ نے علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کے بارے میں پوچھا تھا۔ آپ جان لیں کہ علم الیقین اثر سے مؤثر کی طرف استدلال ہے اور عین الیقین کا مؤثر کا اثر کے پردہ کے بغیر شہود ہے اور شہود میں اس

حد تک فنا اور معدوم ہوتا ہے کہ شاہدی و مشہودی کی صفت سے خالی ہو، اور حق الیقین اس سے متصف ہوتا ہے اور یہ بقاء و شعور کا مقام ہے جیسا کہ دھوئیں سے آگ کا پتہ لگانا (علم الیقین) اور آگ کا مشاہدہ کرنا (عین الیقین) اور عین آگ ہو جانا (حق الیقین) ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ علم و عین ایک دوسرے کے حجاب ہیں علم کے وقت عین نہیں ہے اور جب عین آگیا تو علم جاتا رہا اس لئے کہ فانی و مستہلک حیرت و جہل کے ساتھ متصف ہے جو کہ علم و دانش کے منافی ہے اور مرتبہ حق الیقین میں یہ حجابیت نہیں ہوتی اور شہود و علم آپس میں جمع ہوتے ہیں کیونکہ یہ شعور و بقا کا مقام ہے اور یقین کے یہ تینوں درجے اُس وقت تک ہیں جبتک کہ سالک کی سیر اصول میں ہے جو کہ مقام ولایت سے تعلق رکھتے ہیں اور جب معاملہ اصول سے اوپر چلا جاتا ہے اور بساطتِ صرف پیش آتی ہے تو یہ درجات کوتاہی کرتے ہیں اور فنا و بقا راستے میں رہ جاتی ہیں۔

آپ نے پوچھا تھا کہ عین واثر کا زائل ہونا کس مقام میں متحقق ہوتا ہے، ولایتِ کبریٰ کی ابتدا میں یا اس کی انتہا میں، (اس کا جواب یہ ہے کہ) عین واثر کے زائل ہونے کی ابتدا اس ولایتِ (کبریٰ) کی ابتدا میں ہے اور اس کا کمال اس ولایت کی انتہا میں ہے اس لئے کہ ظلال اور قیدِ انفس سے
نکلنا جو کہ عین واثر کے زائل ہونے کا باعث ہے ولایتِ کبریٰ کی ابتدا میں ہے اور جبتک اصول درمیان میں ہیں (اسوقت تک) آثار میں سے کوئی اثر باقی ہے اور جب اصول منقطع ہو جاتے ہیں تو آثار میں سے کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔ 19

آپ نے قرب و اقربیت کے معنی اور ان دونوں کے درمیان فرق دریافت کیا تھا۔ آپ جان لیں کہ قُرب بُعد کے بالمقابل ہے جب بُعد مفقود ہو جاتا ہے تو قُربِ متحقق ہو جاتا ہے اور لیکن قرب و بُعد نسبتی امور میں سے ہیں ایک چیز کسی ایک چیز کی بہ نسبت قریب ہے اور دوسری چیز کی بہ نسبت دور ہے کابل ہم سے لاہور کی بہ نسبت دور ہے اور بلخ کی بہ نسبت قریب ہے اس لئے مراتب بُعد کے فقدان کے تفاوت کے مطابق قُربِ کے مراتب متفاوت ہوتے ہیں اور جب بُعد کسی لحاظ سے بھی نہیں رہتا تو کمالِ قرب ثابت ہو جاتا ہے اور وہ اتحاد میں ہے پس کمالِ قرب اتحاد میں ہوا اور اقربیت کا معاملہ اس سے بھی زیادہ نازک ہے جانبِ قرب میں اتحاد سے بھی گذر جانا چاہیے تاکہ اقربیت ظاہر ہو جائے اور اس شخص کی ذات اُس (تعالیٰ شانہٗ) کی بہ نسبت بعید ہو گی اور مشکل ہے کہ محدود عقل اس باریکی تک پہنچ سکے اور اپنے سے زیادہ نزدیک کو تصور کر سکے ذوقِ صحیح و کشفِ صریح ہونا چاہیے جو کہ انوارِ نبوت سے اخذ کیا ہوا ہے تاکہ اس عجیب بات کا ادراک کرے اور فرقانِ مجید کے ساتھ کچھ یقین حاصل کرے مَنْ لَّمْ يَذُقْ لَمْ يَدْرِ [جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا]۔

دیگر آدابِ طریقت میں سے ہے کہ طالب شیخ کے حضور میں شیخ کے علاوہ کسی دوسری چیز میں شیخ کی اجازت کے بغیر متوجہ نہ ہو حتی کہ ذکر و نوافل میں بھی مشغول نہ ہو اور اگر اس کے حضور میں کسی دوسری چیز میں متوجہ ہوگا تو ظاہر یہ ہے کہ وہ اس وقت شیخ کے فیوض و برکات سے محروم ہے مگر شاذ و نادر (کہ اس کے خلاف ہوگا) مثلاً کوئی شخص شیخ کے ساتھ نسبت کی قوت کمال درجہ پر رکھتا ہو اس کے باوجود توجہ و عدمِ توجہ کے درمیان فرق موجود ہے۔ ——— جو حال کہ آپ نے دیکھا ہے اور اسی طرح جو حال کہ حافظ محمد محسن نے آپ کے بارے میں دیکھا ہے اعلیٰ و روشن ہے اور بشارت دینے والا ہے امیدوار ہیں کہ حق سبحانہٗ قوت سے فعل میں اور گوش سے آغوش میں لائے اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب اور قبول کرنے والا ہے]

آپ نے محبتِ ذاتی و صفاتی و افعالی و محبوبیت و محبّیت کے بارے میں پوچھا تھا، آپ جان لیں کہ (جس طرح) حضرت حق جل و علا اپنی ذات کو دوست رکھتا ہے اسی طرح اپنی صفات و افعال کو بھی دوست رکھتا ہے اور اپنے اسماء و صفات کے ظلال کو بھی دوست رکھتا ہے اور ان افرادِ محبت میں سے ہر ایک فرد دو اعتبار رکھتا ہے محبوبیت و محبّیت۔، کمالاتِ محبوبیتِ ذاتیہ کا ظہور حضرت حبیب (محمد مصطفےٰ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات میں ہے اور کمالاتِ محبّیتِ ذاتیہ کا ظہور حضرتِ کلیم (موسیٰ) علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات میں ہے اور محبوبیتِ اسماء و صفات کا ظہور ان کی محبیت کی طرح دوسرے انبیاء علیٰ نبینا و ۱۹۱
علیہم الصلوات والتسلیمات والبرکات میں ثابت ہے اور محبوبیت و محبّیتِ ظلالِ اسماء و صفات کا ظہور محبوبین و محبین اولیاء میں موجود ہے ——— آپ نے عروج و نزول اور سیر الی اللہ و فی اللہ کے معنی دریافت کیے تھے، آپ جان لیں کہ عروج رُو بحق ہونے کو اور نزول رُو بخلق ہونے کو کہتے ہیں، سیر الی اللہ چونکہ دائرہ امکان کا طے کرنا ہے اور سیر فی اللہ اسماء و صفاتِ واجب تعالیٰ و تقدست میں سیر ہے اس لئے یہ دونوں (قسم کی) سیر جانبِ عروج میں ہے اور دوسری دو (قسم کی سیر) یعنی سیر عن اللہ باللہ و سیر فی الاشیاء باللہ جانبِ نزول میں ہے۔ دیگر فنا و بقا حقیقت میں صفاتِ ذمیمہ کا صفاتِ حمیدہ کے ساتھ بدل جانا ہے ورنہ بندہ کسی جگہ نہیں جاتا اور احکامِ بندگی اس سے ساقط نہیں ہوتے اور بقا کی جانب میں بھی بندہ حق (سبحانہٗ) نہیں بن جاتا حقائق کا بدل جانا محال ہے، اگر یہ کہا جائے کہ فانی شخص فنا کے وقت میں اپنے آپ کو محو و لاشئی پاتا ہے اور وہ اپنی ذات و صفات سے کوئی نام و نشان نہیں دیکھتا اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ اوصافِ ذمیمہ لطیفۂ نفس میں کامل استحکام رکھتے ہیں اور انانیت (میں پن) غرور و سرکشی، نافرمانی اور جہلِ مرکب کا اس کے ساتھ ہی کمالات کو خود اپنے سمجھ کر اپنے آپ کو کامل و خیر یقین کیا ہے (یہ مذکورہ صفات) اس کی ذات کے قائم مقام بن گئے ہیں اس لئے ان صفات کا زوال ذات کا زوال متصور ہونے لگتا ہے اور اس (نفس) کے مطمئنہ ہونے کو حقیقت کا بدل جانا سمجھنے لگتا ہے فَہِمَ مَنْ فَہِمَ [سمجھ گیا جو سمجھ گیا]

مکتوب ۱۳۸

خان محمد بیگ کولابی کے نام ان کے احوال کی شرح میں اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ مطلوب کے بے نہایت ہونے کے باوجود (سالک کو) منتہی کہنا کس معنی میں ہے۔

حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ جو خط آپ نے اس سے کچھ عرصہ پہلے بھیجا تھا اس نے پہنچ کر مسرور کیا، آپ نے قصور کی دید کے بارے میں لکھا تھا، حق سبحانہ و تعالیٰ اس دید کو زیادہ کرے (کیونکہ) عجیب انعام دیتی اور اعمال کی قیمت کو بڑھاتی اور قبولیت کے قابل بناتی ہے۔ یہ جو آپ نے عرفہ (۹ ذی الحجہ) کو بعد دوپہر مراقبہ میں اپنے آپ کو اونٹ پر سوار عرفات کے مجمع میں دیکھا ہے اور عجیب برکات آپ کو پہنچی ہیں اور اکثر آپ خود کو کعبۂ مکرمہ کے طواف میں پاتے ہیں اور ایک دفعہ کعبۂ معظمہ کو آپ نے اپنے اندر پایا یہ سب عمدہ و اعلیٰ ہے اُن مقاماتِ مقدسہ کی برکات اور کعبۂ منورہ کے انوار کے امیدوار رہیں
۱۹۲ اللہ تعالیٰ اس کی حقیقت سے بہرہ ور فرمائے تاکہ ذاتِ بحت کی طرف کوئی راہ پیدا ہو جائے اور مکان سے صاحبِ مکان کی طرف کوئی دریچہ کھل جائے —— اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "اس کے بعد ایک نسبت معلوم ہوئی کہ گویا ذاتِ بحت ہے الخ" گویا اس واردات کی طرف ایک اشارہ اور بشارت ہے —— آپ نے پوچھا تھا کہ "مطلوب کی (کوئی) نہایت نہیں ہے پس طالب کی طلب کی بھی (کوئی) انتہا نہیں ہونی چاہیے تو پھر منتہی کہنا کس معنی میں ہوگا؟" آپ جان لیں کہ منتہی وہ شخص ہے جو مطلوب کی ابتدا تک پہنچ جائے اور سیر الی اللہ کو طے کر کے سیر فی اللہ میں داخل ہو جائے، اس کے بعد وہ کمالاتِ محبوب کے مراتب کے اعتبار سے کہ جن میں سے بعض بعض سے اوپر ہیں مراتب کی انتہا میں پہنچا ہے وہ محبوب کے کمالات میں جسقدر سیر کرتا ہے اسی قدر انتہا کے مراتب میں پہنچتا ہے اور مطلوب کا لاانتہا ہونا بھی اس کے کمالات و صفات کے اعتبار سے ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مراتبِ وصول کا لاانتہا ہونا جیسا کہ بعض حضرات اس کے قائل ہیں اس شخص کے حق میں ہے کہ جس کی سیر اسماء و صفات کی تفصیل میں واقع ہوئی ہو۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ معشوق کے کمالات کی انتہا نہیں ہے، ہر آن میں ایک نئے ایک کمال کے ساتھ تجلی فرماتا ہے: ایک اور بزرگ نے کہا ہے کہ وصول کے مراتب ابدالآباد تک طے نہیں ہوتے تیسرے بزرگ فرماتے ہیں ؎

بیزارم ازاں کہنہ خدائے کہ تو داری   ہر لحظہ مرا تازہ خدائے دِگر ست

(میں اس پرانے خدا سے بیزار ہوں جو کہ تو رکھتا ہے میرے لئے ہر لحظہ ایک اور نیا خدا ہے)

جو تمہے بزرگ کہتے ہیں ؎

نہ حُسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں — بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

[نہ اس کے حُسن کی کوئی انتہا ہے اور نہ سعدی کے کلام کی کوئی حد ہے استسقا والا پیاسا مرجاتا ہے اور دریا اسی طرح باقی رہتا ہے]

اور جو راستہ کہ ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کو عطا ہوا ہے وہ ایک ایسا راستہ ہے کہ اسماء و صفات وہاں بطریقِ اجمال طے ہو جاتے ہیں اور ذات تک وصول میسر آجاتا ہے اور مراتبِ وصول طے ہو جاتے اور انتہا پذیر ہو جاتے ہیں بخلاف تفصیلی سیر والے کے کہ ذاتِ مجرد تک وصول اس کے حق میں عنقائے روزگار (ناپید) ہے کیونکہ وہ پُرانی تجلیات سے بیزار ہے اور تازہ تجلیات میں گرفتار ہے اور ذاتِ متجلی سے جو کہ تجلیات کے ماوراء ہے محروم ہے اور راستہ میں ہے، یہ اجمال کا راستہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اُن کے صحابہ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کی شاہراہ ہے والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۱۳۹

سلطان عبد الرحمٰن بلخی کے نام قلبِ انسانی کے کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً و مصلیاً، خدا کرے کہ مضغۂ قلبیہ کی حقیقت اسرارِ معنویہ کا خزانہ ہو جو کچھ عالمِ کبیر میں ہے وہ سب عالمِ صغیر میں جو کہ تمام عالموں کا آئینہ ہے ثابت ہے۔ عالمِ صغیر انسان کو کہتے
۱۹۳ ہیں جو کہ عالمِ خلق و امر سے مرکب ہے اور جو کچھ عرش کے نیچے ہے یعنی افلاک و عناصر وغیرہ (وہ عالمِ کبیر ہے) اور جو کچھ عرش کے اوپر ہے عالمِ امر کے لطائف ہیں اور جو کچھ عالمِ صغیر میں ہے وہ عالمِ اصغر میں ہے جو کہ انسان کا قلب ہے کہ نہایت چھوٹا ہونے کے باوجود تمام عالمین کا جامع ہے اور بسیط ہونے کے باوجود کمال وسعت کے ساتھ موصوف ہے اور ذاتِ اقدس (تعالیٰ و تقدست) کے ساتھ اس کی مناسبت بہت زیادہ ہے کیونکہ اس بارگاہ میں کمالِ بساطت اور کمالِ وسعت باہم جمع ہیں اس لئے اس نے تصفیہ کے بعد اس مرتبۂ مقدسہ کی آئینہ داری کی قابلیت پیدا کر لی اور وَلٰكِنْ يَسَعُنِيْ قَلْبُ عَبْدِيَ الْمُؤْمِنِ [لیکن میں اپنے مومن بندے کے قلب میں سماتا ہوں] کے شرف سے مشرف ہو گیا ہے اور تصفیۂ قلب احکامِ شرعیہ سے آراستہ ہونے اور سُننِ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے ساتھ مزین ہونے اور بدعتِ ناپسندیدہ اور نفسانی خواہشات و لذات میں انہماک سے پرہیز کرنے اور دوام ذکر و مراقبہ اور صحبتِ شیخ پر استقامت سے وابستہ ہے، پس آپ کیلئے ان اچھی عادات کی پابندی لازم ہے تاکہ آپ میں مُلک کے عجائبات اور ملکوت کے اسرار ظاہر ہوں اور آپ انوارِ لاہوت کا آئینہ بن جائیں۔

مکتوب ۱۴۰

حضرت موصوف (خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ) نے برادر زادہ مخدوم زادہ عالی مرتبہ شیخ عبد الاحد سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام حقیقتِ صلوٰۃ کے حقیقتِ قرآنی پر فوقیت رکھنے اور اس شبہ کے حل میں جو کہ اس جگہ وارد ہوتا ہے اور یہ کہ حقائقِ ثلثہ کا معاملہ فضلِ الٰہی میں داخل ہے اور حقیقۃ الحقائق کے ساتھ انطباق کی تحقیق کے بارے میں اور اس بیان میں کہ قطبِ مدار قطبِ ارشاد اور صاحب نسبتِ قیومیت کے علاوہ ہوتا ہے اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ذاتِ موہوب کے عطا ہونے کے بعد غالباً معاملہ نزول کے ساتھ ہوتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ بِعَدَدِ مَنْ حَمِدَكَ وَلَكَ الْحَمْدُ بِعَدَدِ مَنْ لَّمْ يَحْمَدْكَ وَعَلٰى نَبِيِّكَ وَحَبِيْبِكَ الصَّلٰوةُ وَالتَّحِيَّةُ بِعَدَدِ مَنْ ذَكَرَكَ وَبِعَدَدِ مَنْ لَّمْ يَذْكُرْكَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ كَمَا يَقْتَضِيْ كَرَمُكَ وَيَلِيْقُ بِفَضْلِكَ، اما بعد، فرزندار جمند شیخ عبد الاحد نے پوچھا ہے کہ حقیقتِ قرآنی مبدأ وسعتِ بیچونی ذات تعالیٰ سے عبارت ہے آپ بیان کریں کہ حقیقتِ صلوٰۃ کس اعتبار و شان سے عبارت ہے۔ آپ جان لیں کہ حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) نے حقیقتِ صلوٰۃ کے بارے میں لکھا ہے کہ اس مقام میں کمالِ وسعتِ بیچونی ہے پس حقیقتِ قرآنی میں ۱۹۴
مبدأ وسعت ہے اور اس جگہ (حقیقتِ صلوٰۃ میں) کمالِ وسعت ہے لیکن اس کو ماننے کی صورت میں شبہ وارد ہوتا ہے کہ مبدأ شئی کو شئی پر سبقت و فوقیت ہے پس حقیقتِ قرآنی کو حقیقتِ صلوٰۃ پر مقدم ہونا چاہئے اور حالانکہ انھوں (مجدد علیہ الرحمہ) نے حقیقتِ صلوٰۃ کو حقیقتِ قرآنی سے اوپر لکھا ہے۔

جواب، ہوسکتا ہے کہ یہ مبدأ ہونا سالک کے عروج کی جانب میں ہو یعنی عروج کے مدارج میں وسعت کا شروع حقیقتِ قرآنی سے ہو اور اس کا کمال اوپر کی حقیقت میں ہو اور اس اعتبار سے مبدأ ہونے کو تاخر ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ تفوق دونوں جانب سے ہے (اور) دو اعتبار سے ہے۔ حقیقتِ قرآنی چونکہ حقیقتِ صلوٰۃ کا جزو ہے جیسا کہ حضرتِ عالی (مجدد قدس سرہٗ) نے لکھا ہے کہ اگر حقیقتِ کعبہ ہے تو اس کا جزو ہے اور اگر حقیقتِ قرآنی ہے تو وہ بھی اس کا جزو ہے کیونکہ نماز عبادت کے تمام کمالات و مراتب کی جامع ہے کہ اصل الاصل کی نسبت کے ساتھ ثابت ہے اور (اس میں) شک نہیں ہے کہ جزو کو کل پر تقدم ہے اور کل کو فضیلت (حاصل) ہے کیونکہ کل اس جزو پر بھی مشتمل ہے اور دوسرے اجزا پر بھی۔ پس ظاہر کے اعتبار سے جزو کو اور باطن اور رتبے کے اعتبار سے کل کو فوقیت ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "حقائقِ ثلاثہ (حقیقتِ کعبہ و قرآن مجید و نماز) تک وصول (فضل و کرم) میں داخل ہے یا نہیں" (جواب) ان حقائق کا معاملہ کمالاتِ نبوت سے اوپر ہے (اس لئے) داخلِ تفضل ہونا چاہئے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "حقیقۃ الحقائق تک وصول غیر محمدی المشرب کو ہو سکتا ہے یا نہیں اور اگر فنائی الشیخ کے ذریعے سے اس دولت کے ساتھ مشرف ہو جائے تو آیا اس کو کامل طور پر لحوق و انطباق میسر ہوتا ہے یا نہیں؟" (جواب) آپ جان لیں کہ لحوقِ کامل محمدی المشرب کے لئے ہے، غیر محمدی المشرب کو اپنے شیخ کے ضمن میں جو کہ محمدی المشرب اور صاحبِ انطباق ہے اگر میسر ہو جائے تو گنجائش رکھتا ہے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ صاحبِ نسبتِ قیومیت کے عہد میں قطبِ مدار اُس کے علاوہ ہوتا ہے یا یہ منصب اُسی کے سپرد ہوتا ہے۔" (جواب) آپ جان لیں کہ قطبِ ارشاد اس کے علاوہ نہیں ہوتا، ہاں مختلف علاقوں کے اقطاب جو کہ جزوی اقطاب ہیں اگر اس کے عہد میں ہوں تو گنجائش رکھتا ہے بلکہ واقع ہے اور وہ (صاحبِ نسبتِ قیومیت) بمنزلۂ کل ہے اور یہ (اقطابِ علاقہ) اس کے انوار و برکات سے مستفیض و مستفید ہیں لیکن قطبِ مدار اس کے علاوہ ہوتا ہے کیونکہ اس کے لئے گوشہ نشینی و تنہائی ناگزیر ہے، کہتے ہیں کہ آں سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں قطبِ مدار تھا اور وہ صحبت کے شرف سے بھی کبھی کبھی مشرف ہوتا تھا لیکن کوئی شخص اس کو نہیں پہچانتا تھا الا ماشاء اللہ تعالیٰ۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ روح کو بدن سے جُدا ہونے کے بعد فنا نہیں ہے یہ حکم باقی تمام لطائفِ امر میں بھی جاری ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کی روحانیت ظاہر ہوئی اور اس نے ایسا ایسا فائدہ پہنچایا اور فائدہ حاصل کیا اس سے مراد اپنی خصوصیت کے ساتھ لطیفۂ روح ہے وَالْغَیْبُ عِنْدَ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ [اور غیب کا علم اللہ سبحانہٗ ہی کے پاس ہے]

۱۹۵ آپ نے لکھا تھا کہ ذاتِ موہوب کے عطا ہونے کے بعد معاملہ عروج سے وابستہ ہوتا ہے یا نزول سے یا کسی کے ساتھ بھی خصوصیت نہیں رکھتا الخ (جواب) آپ جان لیں کہ اس نسبت والا بزرگ چونکہ قیومیت کی نسبت رکھتا ہے اور تکمیل و ارشاد کا معاملہ بھی اس سے وابستہ ہوتا ہے اس لئے ضرور اس کو صاحبِ نزول ہونا چاہئے اور ظاہر و باطن کے ساتھ مخلوق کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اور اگر یہ صاحبِ نزول کبھی کبھی عروج بھی کرے تو گنجائش رکھتا ہے بلکہ ایسا ہوتا ہے والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۱۴۱

مشیخت مآب حافظ عبد الجلیل دہلوی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ ممکن خیر کمال کی جنس سے

جو کچھ رکھتا ہے وہ سب مرتبۂ وجوب سے مستفاد و مستعار ہے۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ (یہاں کے) احوال ہر طرح حمد کے لائق ہیں، اللہ تعالیٰ سے آپ کی عافیت اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقہ پر استقامت اور آپ کے باطنی درجات کی مدارج کمالاتِ الٰہیہ میں ترقی کے لئے دعا کی گئی ہے۔ گرامی نامہ جو کہ از راہِ محبت آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا پہنچکر مسرت و سرور افزا ہوا۔ آپ کو چاہئے کہ اسی طرح اپنے ظاہری و باطنی احوال لکھتے رہیں اور اس ناکارہ کو دعائے خیر کے ساتھ یاد کرتے رہیں۔ اس کم بضاعت سے امداد طلب کرنا مستعیر (مانگی ہوئی چیز والے) سے مانگنے اور عاجز فقیر سے سوال کرنے کی مانند ہے، ممکن بیچارہ خیر و کمال کی جنس سے جو کچھ رکھتا ہے وہ سب مرتبۂ وجوب سے مستفاد و مستعار ہے وہ فی نفسہٖ خیر و کمال سے عاری اور حُسن و جمال سے خالی ہے، امانات اہلِ امانات کی طرف لوٹتی ہیں، وہ ایک وجود نما عدم ہے اس کا فقر ذاتی اور اس کا فاقہ سرمدی ہے عدم سے کیا حاصل ہو اور شر سے کیا ظاہر ہو ؎

من ہیچم و کم ز ہیچ ہم بسیارے　　وز ہیچ و کم از ہیچ نیاید کارے

[میں ہیچ ہوں اور بلکہ ہیچ سے بھی بہت کم ہوں اور ہیچ سے اور جو ہیچ سے بھی کم ہو اس سے کوئی کام نہیں بنتا]

اس قدر ہے کہ بعض طالبین کے ساتھ جو نشست و برخاست رکھتا ہوں تو ان میں قابلِ اعتبار آثار ظاہر ہوتے ہیں وہ ترقیات حاصل کرتے ہیں اور بعض کمال تک پہنچتے ہیں، یہ سب بزرگوں کی عنایت و برکات سے ہے اور یہ فقیر درمیان میں نہیں ہے بلکہ حقیقی تربیت کرنے والا الحق جلّ شانہٗ ہے۔ ع

از ما و شما بہانہ بر ساختہ اند　　[ہمیں اور تمہیں تو بہانہ بنایا گیا ہے]

کسی نے خوب کہا ہے

ایشاں نیند ایں ہمہ الحان ز مطرب ست　　[وہ دیکھو نہیں ہیں یہ سب مطرب کا راگ ہے]

۱۲۳ ھود　اِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ [سب امور اسی کی طرف رجوع ہوں گے سو آپ اسی کی عبادت کیجئے اور اسی پر بھروسہ رکھئے۔]

مکتوب ۱۴۲

۱۹۶

حقائق و معارف آگاہ جامع علومِ ظاہری و باطنی شیخ محمد یحییٰ دامت برکاتہٗ کی خدمت میں جدائی کے غم و الم کے اظہار اور حضرت پیر دستگیر (مجدد الف ثانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے مرقدِ مطہر کے فیوض و برکات سے متعلق اشارہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ احمد اللہ علیٰ نوالہ و اُصلّی و اُسلّم علیٰ حبیبہ احمد و آلہ۔ اس نواح کے فقراء کے احوال حمد کے لائق ہیں، اللہ عزّ و جلّ سے آپ کی سلامتی اور ظاہری و باطنی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے۔ میرے مخدوم! ایامِ فراق دراز ہو گئے ہیں اور ظاہری ضروری جدائی طویل ہو گئی ہے، شوق کی بات بیان سے باہر ہے اور عشق کا قصہ کوئی انتہا نہیں رکھتا اور اب دوستوں کو جدائی کی طاقت نہیں رہی ہے اور مشتاقوں کی جان لب پر آ گئی ہے جلدی تشریف لائیں اور محبت کرنے والوں کو آلامِ فراق سے نجات دلائیں، اگرچہ افسوس ہے کہ کوئی شخص (اس) دیارِ عالی سے کہ فیض و انوار کا مقام ہے اس دیارِ سفلی کی طرف کہ کفر و بدعت کا منبع ہے آئے، اور (یہ فقیر) اس دیارِ ظلمانی کی طرف آنے اور اُن نورانی مقامات سے کہ اُس بے نشان (حق جلّ وعلا) کی نشانی رکھتے اور غیب الغیب کی ترجمانی کرتے ہیں ہجرت کرنے کو اس قدر حسرت و ندامت رکھتا ہے کہ کیا لکھے، یہاں بھی جو شخص ہے وہاں کی برکات کا امیدوار ہے اور اُس پر نظر جمائے ہوئے ہے ؎

دریں دیار بداں زندہ ام کہ گہ گاہے نسیم عاطفتے زاں دیار مے آید

[میں اس دیار میں اس وجہ سے زندہ ہوں کہ کبھی کبھی اُس دیار سے کچھ نسیم لطف آ جاتی ہے]

ہاں اگر حضرت پیرِ دستگیر (قدس سرہ) کے روضۂ مطہرہ کی زیارت اور اُس مرقدِ منورہ کے مجاوروں کی ملاقات کی نیت سے آئیں تو درست ہے تاکہ اس مقام کے فیوض و برکات سے بھی مستفید ہوں، سرزمینِ ہند اگرچہ ظلمت و کدورت سے پُر ہے لیکن چشمۂ حیات تاریکیوں میں ہے ع

بتاریکی دروں آبِ حیات ست [تاریکی کے اندر آبِ حیات ہے]

ان دنوں قطعۂ سرہند اُن دو حرمِ محترم کے طفیل میں فیوض و انوار کی کثرت سے رشکِ ہند و غیرتِ سندھ ہے اس (سرہند) کو ہند سے نہ جانیں کہ یہ ولایت کی کھڑکی ہے بلکہ اسرارِ نبوت کا نمونہ ہے جو طالبانِ حق جلّ وعلا کہ نیاز مندی کا سر اس مزارِ فائض الانوار پر رکھتے ہیں اور صدقِ نیت سے اس مرقدِ مطہر کی ۱۹۷
زیارت کرتے ہیں اُن فیوض و برکات سے فیضیاب و مستفید ہوتے ہیں اور ایک نوش ہے سینکڑوں جوش و خروش کے ساتھ خود سے بیگانہ ہو کر مطلب کی جستجو کرتے ہیں یہاں کے بہت رہنے والے عدمِ خلوص اور اس چشمۂ حیات سے رغبت نہ ہونے کے باعث پیاسے ہیں اور ان برکات سے محروم ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

زہر یک نقطہ اش چوں نافۂ تر شمیمِ وصلِ جاناں میز ند سر
ولے آں کز برودت در زکام ست چہ داند نافہ اش گر در مشام ست

[اس کے ہر ایک نقطے سے تر و تازہ مشک نافہ کی مانند محبوب کے وصال کی خوشبو ظاہر ہوتی ہے لیکن جو شخص سردی کی وجہ سے زکام میں مبتلا ہے اگر اس کے دماغ میں مشک نافہ ہو تب بھی اس کو کیا خبر؟] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۴۳

محمد صادق بیشنی کے نام اُن کے سوال کے حل میں کہ فنا و بقا کس معنی میں ہے؟ آیا وجود کا زائل ہونا ہے یا کوئی اور چیز ہے؟ اور فنا کے اسرار و دقائق کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: سعادت آثار محمد صادق بیشنی نے پوچھا تھا کہ فنا و بقا کس معنی میں ہے آیا وجود کا زائل ہونا ہے یا کوئی اور چیز ہے؟ آپ جان لیں کہ فنا و بقا اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے اسرار میں سے ایک سِر ہے (اور) ذوقی و وجدانی ہے جو صحیح طور پر نہ بیان میں آسکتا ہے اور نہ تقریر و تحریر میں سما سکتا ہے، ع

لذتِ مے نشناسی بخدا تا نہ چشی [خدا کی قسم جب تک تو شراب کو نہیں چکھے گا اس کی لذت کو نہیں پہچانے گا]

اہل اللہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ مطلوب کا حجاب انسان کا اپنا نفس ہے اَنْتَ النِّعْمَةُ عَلٰی نَفْسِكَ

؎ از تست حجابِ تو یقین ست شرطِ ہمہ رہروان ہمین ست

[یقینی بات ہے کہ تیرا حجاب تجھ ہی سے ہے، تمام راستہ چلنے والوں کی شرط یہی ہے]

اور جب تک سالک سے کچھ اثر باقی ہے وہ معرفت کی طرف کوئی راستہ نہیں رکھتا ؎

تا یک سرِ مو ز خویشتن آگاہی گر دم زنی از راہِ فنا گمراہی

[جب تک تو اپنے آپ سے ایک بال بھر بھی آگاہ ہے اگر تو راہِ فنا کا دم مارتا ہے تو گمراہ ہے]

پس اَنا کے پہاڑ کے سے بشریت کے پہاڑ کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ دینا چاہئے تاکہ حقیقی فنائیت ظاہر ہو جائے اور ذاتی ہستی رو بفنا ہو جائے اور اس میں شک نہیں ہے کہ بندہ سے احکامِ بندگی کسی وقت ساقط نہیں ہوتے اور بندہ ہرگز حق (تعالیٰ) نہیں بن جاتا، یہ (بات) بندہ کے باقی رہنے پر دلالت کرتی ہے پس جو کچھ کہ صوفیہ کے نزدیک مسلّم ہے وہ اس کے ساتھ کس طرح جمع ہو گا اور ہونا نہ ہونا ایک آن میں کس طرح متصور ہو گا ع

نیا شد و نباشد مشکل این ست [وہ بھی اور نہ بھی یہ مشکل ہے]

عقلِ محدود اس اشکال کا حل تلاش نہیں کر سکتی اور اس گتھی کے سلجھانے کو محال جانتی ہے (اللہ تعالیٰ کی) عنایت کی پیشقدمی چاہئے جو اس گتھی کو سلجھا دے اور اشکال کو حل کر دے اور ناممکن کو حالتِ امکان میں لائے، عَرَفْتُ رَبِّيْ بِجَمْعِ الْاَضْدَادِ [میں نے اپنے رب کو اضداد کے جمع کرنے سے پہچانا] اس بارگاہ میں اضداد جمع ہیں اور متضاد احکام ایک دوسرے میں طے ہوتے ہیں اگر عارف متخلق بھی احکامِ متضادہ کا مورد ہو جائے تو کیا بعید ہے اثبات وجود اور سلبِ وجود اس بارگاہ میں جمع ہیں اگر ہونا نہ ہونا عارف میں جمع ہو جائیں تو گنجائش رکھتا ہے۔

مکتوب ۱۴۴

شیخ محمد مؤمن گیلانی ثم برہانپوری کے نام ان کے احوال کی تعبیر اور بعض مقاماتِ عالیہ کے حصول کی بشارت اور اس سوال کے حل میں جو انھوں نے کیا تھا مع اشاراتِ عالیہ کے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد رب العلیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، اما بعد سعادت آثار شیخ محمد مؤمن نے چند احوال دیکھے اور فقیر کو لکھے تھے اور ایک سوال بھی کیا تھا، پہلے حال کو بجنسہٖ لکھتا ہوں، پہلا حال یہ ہے کہ جمعہ کے روز بتاریخ ۲۰ ماہ محرم الحرام کو جبکہ میں آنجناب (خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ) کی خدمت میں روضۂ منورہ (مجدد علیہ الرحمہ) کی زیارت کے لئے گیا ہم سب روضہ شریف کے اندر مراقب تھے اور آں جناب (خواجہ محمد معصوم) سلمہ اللہ سبحانہٗ حضرت امام المریدین (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کی تربت کے سرہانے مراقبہ میں بیٹھے تھے اچانک اس حقیر کو شہود ہوا کہ قبلہ کی جانب سے ایک عظیم نور ظاہر ہوا اور اس نے ایک عالم کو احاطہ کر لیا اور روضۂ منورہ کی چار دیواری میں آگیا اور جس جگہ میں کہ آنجناب مراقب تھے کچھ مدت تک ٹھہرا رہا، محسوس کیا گیا کہ اس نور میں حضرت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، اس اثناء میں اس کمترین کے دل میں خیال گذرا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے حضرت (خواجہ محمد معصوم) کے بارے میں کیا فرماتے ہیں، اس خیال کے آتے ہی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جس نے شیخ معصوم یا یہ فرمایا محمد المعصوم کے ساتھ مصافحہ کیا تو بلاشبہ اس نے مجھ سے مصافحہ کیا، اس کے بعد وہ عظیم نور وہاں سے منتقل ہو کر حضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہٗ) کے روضۂ منورہ کے دروازے پر پہنچ کر ٹھہر گیا اور حضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہٗ) کی قبرِ منور سے ایک نور اس نور کے استقبال کے لئے نکل کر اس سے مل گیا اور نور کے منتقل ہوتے وقت (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا کہ شیخ احمد کا قول حق ہے۔ اس کے بعد وہ نور منتقل ہو کر مدینہ سکینہ علیٰ ساکنہا افضل الصلوات واکمل التحیات پہنچا اور (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے) روضۂ منورۂ مطہرہ میں داخل ہو گیا، اُسوقت اس حقیر کی نظر میں اس جگہ سے لیکر مدینہ منورہ تک بھی روشن تھا اور روضہ شریف بھی منور تھا آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ روضۂ منورہ پر پھر یہ الفاظ فرماتے ہیں کہ جس نے اس (شیخ محمد معصوم) سے مصافحہ کیا تو ضرور اس نے مجھ سے مصافحہ کیا ہے میرے مخدوم! اس حال میں جو حضرت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے اس ناکارہ کا نام اپنی زبان (مبارک) پر دو دفعہ لا کر از راہ کرم وعنایت-

بشارت دی ہے اس (فقیر) کا سرِ عجز و نیاز فخر و ناز کی بلندی پر پہنچ گیا ہے اور اس کم مایہ کے ہاتھ نے دامنِ مراد کو پالیا، اپنی تمام برائیوں کے باعث کسی طرح بھی اپنے آپ کو اس خطاب کے قابل نہیں سمجھتا لیکن ع

با کریماں کارہا دشوار نیست [کریموں کے لئے کوئی کام مشکل نہیں ہے]

؎ بتوانی کہ دہی اشکِ مرا حسنِ قبول اے کہ دُر ساختہ قطرۂ بارانی را

[اے معبود (اللہ) کہ جس نے بارش کے قطرے کو موتی بنا دیا ہے تو میرے آنسوؤں کو حسنِ قبول عطا فرما سکتا ہے]

اور یہ جو آپ نے دوسرے حال میں دیکھا ہے کہ حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہٖ کی جانب سے آپ کو حقیقتِ صلوٰۃ کا خلعت عطا ہوا ہے پھر اس فقیر نے وہ خلعت آپ کو پہنایا ہے، اس کی تعبیر وہی ہے کہ آخری توجہ میں اس حقیر نے آپ کو اس نسبتِ عالیہ کے حصول کی بشارت دی تھی اور آپ نے اس کا کچھ حصہ محسوس کیا تھا۔ اور یہ جو آپ نماز کی صف میں قعدہ میں شامل ہوئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ یہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات والبرکات کی صف ہے، عمدہ و مبارک ہے حق سبحانہٗ و تعالیٰ اُن کی برکات سے اس عجیب مقام سے بہرہ ور فرمائے اور اُن (حضرات انبیاء علیہم السلام) کی نماز کی خوشبو سے کچھ حصہ ہم جیسے پس ماندگان کے دماغ میں پہنچائے خواہ نماز کے آخری جزو ہی سے حصہ مل جائے اور ان کے قعدہ ہی سے کچھ نصیب ہو جائے وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ [اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی بڑی چیز ہے]۔ اور یہ جو وہ (انبیاء علیہم السلام) فرماتے ہیں کہ آپ کو حقیقۃ الحقائق سے حصہ ہے ایک عجیب بشارت ہے آپ امیدوار رہیں۔

آپ نے پوچھا تھا کہ "کیا سبب ہے کہ تو (خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ طالبین کے سلوک طے کرنے میں حقیقۃ الحقائق کے ساتھ لحوق کی بشارت حقائق ثلاثہ کے وصول کے بعد ہے اور حالانکہ یہ تینوں حقیقتیں مراتب وجوبی میں داخل ہیں اور حقیقۃ الحقائق حقائقِ امکانی میں سے ہے اس مقام کو حل کرنا چاہئے ایک مدت ہو گئی ہے کہ اس مسکین کا دل پریشان ہے۔" میرے مخدوم! کوئی اشکال نہیں ہے اور حقیقۃ الحقائق کے ساتھ لحوق اور حقائق ثلاثہ کے وصول میں کوئی ترتیب و توقف نہیں ہے۔ یہ جائز ہے کہ لحوقِ مذکور ہو جائے اور حقائق کا وصول میسر نہ آئے اور نیز ہو سکتا ہے کہ وصول واقع ہو جائے اور لحوق نہ ہو اس لئے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خود اپنے حقائق سے حقیقتِ کعبہ اور اس کے اوپر تک پہنچے ہیں اور جو شخص کہ ان کے قدم پر ہے ہو سکتا ہے کہ ان کے حقائق (کے واسطے) سے پہنچ جائے اور حقیقت الحقائق درمیان میں نہ آئے اور وصول کے بعد اگر اپنے شیخ کے توسط سے حقیقۃ الحقائق کے ساتھ ملحق ہو جائے تو گنجائش رکھتا ہے جیسا کہ (حقائق ثلاثہ کے) وصول سے پہلے بھی جائز ہے

اس حقیقت تک پہنچ جانے اور یہ جو فقیر نے بعض دوستوں کو ان کے حقائقِ ثلاثہ تک پہنچنے کے بعد (حقیقۃ الحقائق سے) لحوق کی بشارت دی ہے وہ بھی اسی قسم سے ہے یہ کلیہ نہیں بلکہ اتفاقیہ ہے کہ وصل ۲۰۰
کے بعد توجہ اس جانب میں واقع ہوئی ہے ورنہ اگر وصول سے پہلے توجہ واقع ہوجائے تو ہوسکتا ہے کہ لحوقِ مذکور حاصل ہوجائے، ہاں محمدی المشرب کے حق میں اگر وصول سے پہلے لحوق کہا جائے تو گنجائش رکھتا ہے کیونکہ اس کے لئے حقائقِ ثلاثہ تک وصول کا راستہ حقیقۃ الحقائق کے ساتھ ملحق ہوتا ہے، والعلم عند اللہ عزوجل (صحیح علم اللہ عزوجل کو ہے) والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۱۴۵

سلطان عبدالرحمٰن بلخی کے نام ذکر کی فضیلت اور اُن کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ گرامی نامہ پہنچکر مسرت بخش ہوا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور حق جل وعلا کی یاد میں مشغول رہتے ہیں، بندہ جب حق تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو حق سبحانہٗ بھی اس بندہ کو یاد فرماتا ہے فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ (پس تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا) اس جانب سے دوامِ ذکر کی صورت میں اُس جانب سے بھی دوامِ ذکر ہوگا اور اس سے زیادہ اور کونسی سعادت ہوگی کہ مالک و مولائے حقیقی جلّت عظمتہٗ ہمیشہ بندہ کو یاد کرے اور بندہ ہمیشہ اس تعالیٰ شانہٗ کا موردِ فیض رہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "یہ فقیر کبھی کبھی اپنے آپ کو اتنا بڑھا ہوا پاتا ہے کہ گھر کو اپنے آپ سے پُر دیکھتا ہے" یہ دید اعلیٰ ہے اور استعداد کی جامعیت کا پتہ دیتی ہے، امید ہے کہ اس سے زیادہ بڑھیں گے اور آفاق کو احاطہ کرلیں گے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اپنے آپ کو سبز لباس سے آراستہ اور زیورات سے مشاہدہ کیا ہے" میرے مخدوم! اس کیفیت کے مطالعہ نے خوش وقت کیا، یہ دید بلند نسبت کی خبر دیتی ہے اور اعلیٰ بشارت دینے والی ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۴۶

شیخ میر دہلوی کے نام ان کے احوال کی شرح اور بشارت کی طرف ایک اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، گرامی نامہ پہنچا مسرور و خوش وقت کیا، حق سبحانہٗ دل جمعی اور ظاہری و باطنی استقامت کے ساتھ رکھے فَاِنَّ الْاِسْتِقَامَۃَ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ (پس بیشک

استقامت کرامت سے افضل ہے] آپ نے لکھا تھا کہ "وہم و خیال جو کہ سلوک و جذبہ کے ثمرات کے شعبے ہیں اُن کے کوچے سے رہائی حاصل ہے اور اصل الاصول کے سوا اور کوئی مطمحِ نظر نہیں جانتا" میرے مخدوم! وہم کی قید اور خیال کے کوچے سے رہائی پانا اس دنیائے فانی میں مشکل ہے کامل طریقے پر وصل کا مقام آخرت ہے اور ملاقات کا زمانہ موت کا وقت ہے اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُّوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ [موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے] موت ہی ہے جو اس قید سے رہائی بخشتی ہے اور اس کوچے سے نکالتی ہے ۲۰۱
مَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰہِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ [جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی تمنا کرتا ہے تو جان رکھے بلا شبہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ساعت ضرور آنے والی ہے] اس دنیاوی زندگی میں بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ اس گرداب سے نجات پائے اور مطلوب کو خیال سے تراشے بغیر آغوش میں کھینچے۔ وہی شیخ ابو سعید ابو الخیر کے استاد کی بات ہے کہ یہ انہی نوادرات میں سے ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اس کے باوجود پیاس کا شعلہ جوش میں اور تپش کی آگ خروش میں ہے" بیشک تحیر و عجز ہر وقت دامنگیر ہے اور اگرچہ وہم و خیال کے کوچے سے رہائی پا چکا ہے لیکن مشکل ہے کہ ممکن بیچارہ امکان سے پاؤں باہر نکالے اور مقید قید سے رہائی پائے۔ عنکبوت ۵

سیہ روئی ز ممکن در دو عالم جدا ہرگز نشد واللہ اعلم

[ممکن سے اس کی روسیاہی دونوں جہان میں ہرگز جدا ہونے والی نہیں ہے واللہ اعلم]

ممکن واجب تعالیٰ سے کیا پائے اور مقید مطلق سے کیا حاصل کرے پس عجز ہر وقت دامنگیر ہوگا اور پیاس و تپش کا شعلہ مشتعل رہے گا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "دائرہ خلت سے بے کیف اُنس اور بے چون الفت نہایت لطافت کے ساتھ معلوم ہوتی ہے اور کبھی کبھی اس دائرہ کے مرکز سے بھی کچھ تھوڑا سا حصہ فیض رساں ہوتا ہے" میرے مخدوم! اس نعمت کا شکر بجا لائیں اور اس کی ترقی و تقویت طلب کریں، بالمشافہ بھی اس (نعمت) کے احوال کا تذکرہ کیا گیا تھا اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ وہ ظاہر ہو گئی ہے اللہ تعالیٰ لغزش و خطا سے محفوظ رکھے۔ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَا ھِیَ [اے اللہ ہمیں اشیاء کے حقائق دکھا دے جیسی کہ وہ ہیں] والسلام۔

مکتوب ۱۴۷

شیخ عبد العلیم جلال آبادی کے نام اُن کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ (یہاں کے) جملہ احوال ہر طرح حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہٗ سے آپ کی عافیت اور ظاہری و باطنی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے پس بیشک استقامت

کرامت پر فوقیت رکھتی ہے اور اس معنی کی تصدیق اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں وارد ہوا ہے کہ مجھ کو سورۂ ہود نے بوڑھا کر دیا۔ آپ کے گرامی نامے یکے بعد دیگرے پہنچکر مسرت بخش ہوئے چونکہ اعلیٰ احوال و کیفیات پر مشتمل تھے اس لئے مسرت میں اضافہ کیا۔ حق سبحانہٗ اسی طریقے پر ترقیات کے دروازے کھلے رکھے اور نبوی خیموں کے سایہ اور حقیقتِ مصطفوی علیٰ صاحبہا افضل الصلوات واکمل التسلیمات والبرکات کے ہمسایہ میں جگہ دے ہم جیسے بوالہوسوں کو اس قسم کی آرزو میں محض تمنائیں ہیں ؎ رواہ الترمذی ۲۰۲

کجا ماؤ کجا زنجیرِ زلفش عجب دیوانگی کاندر سر افتاد

[کہاں ہم اور کہاں اس کی زلف کی زنجیر، سر میں ایک عجیب دیوانگی پیدا ہو گئی ہے]

ہم کو ہر چیز سے جدائی کا غم اور گناہوں کا ماتم ناگزیر ہے۔ آپ نے شوقِ ملاقات کا اظہار کیا تھا فقیر کو بھی مشتاق جانیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۴۸

خان محمد بیگ کولابی کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، (یہاں کے) احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، اللہ تعالیٰ سے آپ کی عافیت اور ظاہری و باطنی استقامت کیلئے دعا کی گئی ہے تاکہ وہ حصولِ درجات اور بلندیٔ احوال کیلئے وسیلہ ہو جائے۔ جو خط کہ آپ نے ازراہِ محبت بھیجا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے لکھا تھا کہ "جس وقت نگاہ ذاتِ محبوب پر پڑتی ہے تو (یہ فقیر) اپنے آپ کو مستور پاتا ہے کوئی چارہ کار نہیں پاتا سوائے اس کے اپنے آپ کو نیست و نابود کر لے اور جسقدر زیادہ کوشش کرتا ہے اپنے جہل کو اور زیادہ پاتا ہے"۔ (جواب) آپ (خود کو) مستور کیوں نہ پائیں کیونکہ معشوق کے جلوہ کے وقت عاشق اپنے لئے نامناسبت پاتا ہے اور اس کے سامنے ہونے کے قابل نہیں پاتا بلکہ بالمقابل ہونے کی طاقت نہیں رکھتا، چاہتا ہے کہ اسباب صحرائے عدم کی جانب لے جائے اور اپنا کوئی نام و نشان نہ چھوڑے ؎

بلے ہر جا بود مہر آشکارا سُہا را جز نہاں بودن چہ یارا

[بیشک جس جگہ سورج نکلا ہوا ہو، سُہا (ایک ستارہ کا نام) کو سوائے پوشیدہ ہونے کے اور کیا مجال ہے]

سالک جسقدر زیادہ کوشش کرتا ہے (اسی قدر) وہ اپنی نیستی (فنائیت) میں کوشش کرتا ہے اور جسقدر

نیستی زیادہ ہو گی جہل وحیرت (اسی قدر) زیادہ ہوں گے اور صفاتِ کمال سے کہ منجملہ اُن کے علم بھی ہے (اسی قدر) زیادہ خالی ہو گا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "نماز ادا کرنے میں خصوصاً فرائض ادا کرنے اور قرآن مجید کی تلاوت میں عجب وقت گذرتا ہے اُس وقت کا شکرانہ کس زبان سے ادا کیا جا سکتا ہے"۔ میرے مخدوم! نماز مومن کی معراج ہے اور خاص الخاص قُرب کا مقام ہے جو حالت ولذّت کہ اس کے ادا کرنے میں پیش آتی ہے خاص طور پر فرائض کے ادا کرنے میں بہت ہی کمال الکمال ہے۔ آپ نے اپنے دوستوں کے ذوق وشوق کی بابت لکھا تھا، اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ کا شکر بجا لائیں اور اپنے کام میں مشغول رہیں اور اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے فکر نہ رہیں اور ڈرتے اور لرزتے رہیں اور فقیر کے احباب میں سے جو مبتدی کہ آپ کی صحبت کے ذوق کا اظہار کرے اس کے ساتھ مجلس رکھیں اور توجہ فرمائیں والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۱۴۹

۲۰۳

میر بیگ کولابی کے نام عدمیتِ ذاتیہ کے ظہور اور عدم کی ذات میں شر ونقص ہونے کے باوجود اس کے کمال ہونے کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ آپ کو شریعتِ عالیہ وسنتِ منورہ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقے پر قائم ودائم رکھ کر باطنی جذباتِ قویہ کے ساتھ مکرم وممتاز رکھے۔ جو خط کہ آپ نے ازراہِ محبت بھیجا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے لکھا تھا کہ "میں اپنے آپ میں نہ غیبت پاتا ہوں نہ حضور اور نہ جمعیت، عدم محض پاتا ہوں"۔ بیشک غیبت، حضور اور جمعیت سب انسان کے منتسبات اور اس کے اوصاف میں سے ہیں، جب تک منتسبات سے خالی اور اوصاف سے عاری نہ ہو جائے (اسوقت تک) عدمیتِ ذاتیہ کا ظہور جو کہ سالک کے حق میں کمال ہے محال ہے۔ اگر (یہ) کہا جائے کہ "عدم شرِ محض اور نقصِ خالص ہے جو خیر کی بو بھی نہیں رکھتا اس کے ظہور میں کیا خیر اور کونسا کمال ہے اور اسی طرح اوصافِ کمال کے سلب میں کیا کمال ہے بلکہ سراسر نقص وشرارت ہے"۔ میں (جواب میں) کہتا ہوں کہ جو کچھ ممکن کا ذاتی ہے وہ عدم ہے اور وجود اور وجود کے توابع کی تمام صفاتِ کمال اس میں مرتبہ وجوب سے مستعار ومستفاد ہیں اور اُس مرتبہ کی صفات کا عکس وپرتو ہیں اور ممکن نے اس انعکاس کے واسطے سے اپنی عدمیتِ ذاتیہ اور فطری نقص وشرارت کو فراموش کر دیا ہے اور عارضی کمالات کے باعث اپنے آپ کو خیر وکمال خیال کر لیا ہے اور اس خیالِ فاسد وجہلِ مرکب سے انانیت وخودی کا مصدر بن گیا ہے اور اس (اللہ تعالیٰ) کے مخصوص

اوصاف میں شرکت کا دعویٰ ظاہر کیا ہے اور اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی[1] [میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں] کی آواز[2] اس کی ذات کی بلند ہوئی ہے پس اس کے حق میں کمال یہ ہوا کہ وہ اپنی عدمیتِ ذاتیہ سے آگاہ ہو جائے اور عاریتی کمالات کو اس کے اہل کے حوالہ کر دے اور انانیت و جہل مرکب سے رہائی پالے اور شرکت کے دعویٰ سے جو کہ اس کے وصول کی راہ میں رکاوٹ بن گیا ہے نجات پالے اور نفس امارگی سے نکل جائے اور فنائے حقیقی سے مشرف ہو جائے۔ اے سعادت آثار! فقیر کے دوستوں میں سے جس نے کہ شغل (طریقۂ ذکر وغیرہ) کو اچھی طرح نہیں سمجھا ہے آپ اس کی طرف توجہ کریں اور طریقۂ قادریہ کی اجازت کو حاضری پر موقوف رکھیں، والسلام

۲۰۳ # مکتوب ۱۵۰

شیخ محمد باقر لاہوری کے نام ان کے اور ان کے دوستوں کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب شریف پہنچکر مسرت افزا ہوا، آپ نے لطائفِ عالمِ امر کے جُدا جُدا عالمِ خلق کی طرف نزول کے بارے میں لکھا تھا واضح ہوا، لطائفِ عالمِ خلق کے نزول کی بابت نہیں لکھا انھوں نے بھی نزول کیا ہوگا اس لئے کہ عالمِ خلق کو (بھی) عالمِ امر کی مانند ایک عروج ہے کہ رُو بحق جل و علا ہے اور ایک نزول ہے کہ رُو بخلق ہے کامل نزول ان لطائفِ عشرہ کے نزول سے وابستہ ہے، معلومیت کے باوجود جو کہ معلوم کی اصل کے ساتھ تعلق رکھتی ہے نہ کہ اس کے ظل کے ساتھ، مدرکہ میں صورتِ معلوم کے حاصل نہ ہونے کی بابت آپ نے جو لکھا ہے بہت اعلیٰ ہے اور ہمارے حضرت عالی کے مخصوص معاملات میں سے ہے، مشکل ہے کہ محدود عقل اس دقیقہ تک پہنچ سکے۔ یہ بات زمانہ کے عجائب میں سے ہے کہ وہ غائب شخص کا تعلق حسن سے پیدا کرے اور حصولِ صورت کے بغیر ہو مَنْ لَمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ [جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا]

یہ جو آپ نے محبوبیتِ ذاتیہ کی نسبت کے ادراک اور تعیناتِ ثلاثہ یعنی علمی، وجودی اور حبّی سے بہرہ یاب ہونے اور دماغ سے وسوسہ کے دور ہونے اور انعام کی بہ نسبت ایلام سے زیادہ لذت پانے کی بابت متعدد خطوط میں لکھا ہے بہت عظیم و اعلیٰ چیزیں ہیں ان امور میں سے اکثر حضرت پیر دستگیر (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہٗ بسرہ العزیز کے خصائص میں سے ہیں، ان کے مطالعہ نے باطنی لذات بخشیں، حق جل و علا حضرت عالی (مجدد علیہ الرحمہ) کے تمام کمالات سے بہرہ مند کرے اور ترقیات کے دروازے کھلے رکھے

---

[1] سورت ۸۰ آیت ۲۴ [2] جیسا کہ فرعون نے یہ الفاظ کہے تھے۔

إِنَّهٗ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ [بیشک وہ قریب اور قبول کرنے والا ہے] اور آپ نے خاتمہ اچھا ہونے کے ظہور اور اپنے آپ کو ملیح و جمیل اور نمکین پانے کے بارے میں جو لکھا تھا یہ ایک بڑی نعمت ہے، مبارک ہو، لیکن الہام چونکہ ظنی (چیز) ہے (اس لئے) ابہام موجود ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "محمد فاضل ولایتِ اخفیٰ اور علم کا مبدا ہونے اور ہمارے بعض افعال میں اپنے ساتھ افرادِ عالم کی شرکت اور حقیقتِ کعبہ معظمہ کے انوار بلکہ اس کے ساتھ متحقق ہونے اور قلوبِ خمسہ و قلبِ بسیط و وسعتِ مضغہ کے ساتھ کچھ مناسبت پاتا ہے اور محمد عارف و محمد زاہد (دونوں) افرادِ ذات و تصفیۂ خاک اور وسعتِ مضغہ (قلب) کے ساتھ کچھ مناسبت محسوس کرتے ہیں، ملا جمال و عبدالواحد (دونوں) ولایتِ کبریٰ کی طرف مائل ہیں"۔ یہ سب واضح ہوا اور ۲۰۵ اس نے مسرور کیا اَللّٰهُمَّ كَثِّرْ اِخْوَانَنَا فِي الدِّيْنِ [اے اللہ ہمارے دینی بھائیوں کو زیادہ کر]

میرے مخدوم! بعض طالبین کے وہ امور جو قوت سے فعل میں نہیں آئے ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اندراج یا انعکاس یا تخیل کے طور پر ان کا تصور ظہور کرتا ہے حالانکہ ابھی ان کا وقت نہیں پہنچا ہوتا، اس معاملہ میں اچھی طرح غور و فکر کی ضرورت ہے اور نیز ان کے عادات و اطوار میں تامل اور ان کی استقامت و عدم استقامت کو ملاحظہ کر کے اجازت دینا چاہئے، اور ہم ان دونوں کے بارے میں نہیں کہہ رہے ہیں کہ جن کے احوال آپ نے لکھے ہیں بلکہ یہ کلیہ (قاعدہ) ہے تاکہ دوستوں کو ملحوظ رہے، والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۱۵۱

خواجہ محمد شریف بخاری کے نام ان کے حال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ (یہاں کے) احوال و اطوار استقامت کی راہ پر ہیں، امید ہے کہ آں عزیز (آپ) بھی سلامتی و عافیت کے ساتھ ہوں گے، اور ظاہری و باطنی استقامت کے ساتھ متصف ہوں گے، مکتوب شریف نے پہنچ کر خوش وقت کیا، ان دنوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیماری میں تخفیف ہے لیکن کچھ درد باقی ہے، کھڑا ہونے کی طاقت نہیں ہے، نماز چار زانو بیٹھ کر ادا کرتا ہوں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وَّ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ حَالِ اَهْلِ النَّارِ [ہر حالت پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور میں اہلِ دوزخ کی حالت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں] اور یہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ آپ کو موتیوں کے چمکتے ہوئے زیورات پہنائے گئے ہیں اس کے بعد کہتے ہیں کہ یہ نسبتِ محبوبیت ہے" آپ کو مبارک ہو عجیب بشارت ہے بشرطیکہ قوت سے فعل میں آجائے اور گوش سے آغوش میں آپہنچے، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ

آپ کی عبارت فعل کی کچھ خبر دیتی ہے اور آغوش کی کچھ صفت ظاہر کرتی ہے کیونکہ آپ نے لکھا ہے کہ "میں اس بشارت سے خوش و سربلند ہوا، جب مجھ کو اپنے حال میں لایا گیا تو خاص آثار و علامات بارانِ نیساں کی مانند نازل ہو رہے تھے، تین روز تک یہ سرشاری کی کیفیت قائم رہی، اس وقت بھی ان مشاہدات پر دل کو متوجہ رکھتا ہوں گویا وہی وقت حاصل ہے"۔ ان سطور کے مطالعہ سے دل بہت مسرور ہوا اور امید قوی ہوئی۔ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا [اے رب میرے علم کو زیادہ کر دے] والسلام اولاً و آخراً۔ طٰہٰ ۲۰ / ۱۱۴

مکتوب ۱۵۲

شیخ بایزید سہارنپوری کے نام اس حال کی تعبیر میں جو انھوں نے دیکھا تھا اور ایک دوست کے احوال کی شرح میں جو کہ انھوں نے لکھا تھا تحریر فرمایا۔ ۳۰۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً للہ العظیم ومصلیاً علیٰ رسولہ الکریم۔ جیسا کہ احوال ہر طرح حمد کے لائق ہیں اور آپ کی عافیت اور ظاہری و باطنی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے اور امید کی گئی ہے۔ گرامی نامہ پہنچ کر مسرت بخش ہوا، جو احوال کہ آپ نے دیکھے اور لکھے ہیں عمدہ و روشن ہیں اور یہ جو آپ نے سات محل دیکھے ہیں اور چھ محلات کی تعبیر چھ لطائف سے کی ہے اور ساتویں محل کی تعبیر پوچھی ہے؟ میرے مخدوم! یہ سات محل گویا اُن سات قدم سے عبارت ہیں کہ جن کو ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدس اللہ سبحانہ بسرہٖ نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ یہ راستہ کہ ہم جس کے طے کرنے کے درپے ہیں سات قدم ہے اُن میں سے پانچ عالمِ امر سے اور دو عالمِ خلق سے ہیں جو کہ نفس و قالب ہیں، حاصل مطلب یہ ہے کہ ساتواں محل جو کہ نہایت بلند ہے کمالاتِ ولایت کے اعتبار سے کہ عالمِ امر اس جگہ اصل ہے اور عالمِ خلق اس کا تابع ہے لطیفۂ اخفیٰ ہے جو کہ عالمِ امر کا منتہیٰ (آخری مقام) ہے اور ولایت کے لئے اس لطیفہ اور اس کی اصل سے اوپر کوئی گذر نہیں ہے اور کمالاتِ نبوت کے لحاظ سے کہ وہاں عالمِ خلق اصل ہے اور عالمِ امر اس کا طفیلی ہے (ساتواں محل) لطیفۂ قالب ہے جو عناصرِ اربعہ کو شامل اور وجودِ خاکی پر محیط ہے کیونکہ کمالاتِ نبوت سے بالاصالت حصہ اس کے لئے ہے اور یہ حقیقت میں لطائفِ عشرہ کے اوپر ہے اور خاک کی پستی اس کی بلندی کا سبب ہو گئی ہے۔ آپ کی تعبیر کے موافق یہ ہے کہ ساتواں محل بھی لطیفۂ قالب ہوگا کیونکہ آپ نے پہلے چھ محلات کی تعبیر چھ لطیفوں سے کی ہے جو کہ پانچ لطائفِ عالمِ امر ہیں اور ایک لطیفۂ نفس ہے لہٰذا ساتواں محل لطیفۂ قالب ہوگا اور کمالاتِ نبوت میں قدم جسقدر

راسخ ہوگا جزوِ خاکی کے کمالات اسی قدر زیادہ جلوہ گر ہوں گے اور اس کے درجات اسی قدر زیادہ واضح ہوں گے۔ آپ نے شیخ عبداللہ کے احوال کہ جس نے آپ سے طریقہ اخذ کیا ہے لکھے تھے کہ "وہ صفات کو اصل کے ساتھ ملحق پاتا ہے اور اپنے آپ کو اُن سے خالی دیکھتا ہے لیکن چونکہ جہل بہت زیادہ رکھتا ہے وہ اپنے احوال کی تفصیل پر مطلع نہیں ہوتا اس لئے اس کے حال کی حقیقت سے اطلاع فرمائیں"۔ میرے مخدوم! جو کچھ وہ پاتا ہے معقول و درست ہے میں اس قسم کے شخص کو بہت زیادہ صاحبِ جہل نہیں کہہ سکتا، کہاں سے (معلوم ہوا) کہ وہ اُن دوسری چیزوں سے بھی جو وہ رکھتا ہے جاہل ہے؟ یہ دید تجلیِ صفات کا نتیجہ اور فنائے نفس کی خبر دینے والی ہے اور اس فنا کا کمال یہ ہے کہ جس طرح صفات بکمال اصل کے ساتھ ملحق ہوگئیں اور عدم کے سوا سالک میں کچھ نہیں رہا (اسی طرح) یہ عدم بھی جو کہ کمالات کا آئینہ تھا عدمِ مطلق کے ساتھ ملحق ہوجاتا ہے، ص۲۰۷
اس وقت عارف سے نہ عین رہتا ہے نہ اثر لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ [نہ وہ باقی رکھے گی نہ چھوڑے گی] اس کے بعد مَنْ قَتَلْتُهٗ فَاَنَا دِيَتُهٗ [جس کو میں قتل کرتا ہوں اس کی دیت میں خود ہوجاتا ہوں] کے حکم کے مطابق بقا کا معاملہ (ہوتا) ہے اور ولایتِ کبریٰ کا معاملہ آگے درپیش ہے فنا و بقا کی صورت اگرچہ ولایتِ صغریٰ میں حاصل ہوگئی تھی لیکن فنا و بقا کی حقیقت ولایتِ کبریٰ میں ہے میں سمجھتا ہوں کہ عدمِ خاص کا عدمِ مطلق کے ساتھ ملحق ہونا اس ولایتِ (کبریٰ) کے خصائص میں سے ہے، والسلام ع۲۸

مکتوب ۱۵۳

شیخ ابوالمکارم کے نام طلب پر ترغیب اور صحبت کے فوائد کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو گرامی نامہ اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا پہنچا، آپ نے اپنے شیخ قدس سرہٗ کی صحبت کی نعمت کے جاتے رہنے پر افسوس اور رنج و الم کا اظہار کیا تھا واضح ہوا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ [ہم سب اللہ کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ جانے والے ہیں] جو کچھ مقدر ہے اس سے چارہ نہیں ہے لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ [ہر کام کا ایک وقت معین ہے] ابھی کچھ نہیں گیا ہے۔

ع گر درے بستہ شد اے دل دیگرے بکشاید [اے دل اگر ایک دروازہ بند ہوگیا ہے تو دوسرا کھل جائیگا]

طلبگاری کے لوازم بجا لانے چاہئیں اور جس جگہ سے مطالب کی بو دماغ میں پہنچے اس کے درپے ہوجانا چاہئے، فرصت کے ایام بہت غنیمت ہیں، دوبارہ دنیا میں آنا نہیں ہے اس جنس کی طلب اس ناکارہ سے کرنا تمنا سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے اس کے باوجود جو کچھ حاصل ہے اگرچہ وہ کچھ نہیں ہے (پھر بھی) دوستوں سے

دریغ نہیں ہے لیکن ہمارے طریقہ کا مدار صحبت پر ہے، قُرب و بُعد کس طرح برابر ہوں گے کہ اویس قرنیؒ کسی صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچے، دوسرے طریقوں میں بھی اگرچہ قُرب و بُعد یکساں نہیں ہیں لیکن اس طریقۂ عالیہ میں مدار صحبت پر ہے دوسرے طریقوں میں اس کی مانند نہیں ہے ہاں مرید رشید محبت اور باطنی تعلق کے مطابق جو کہ وہ اپنے شیخِ مقتدا سے رکھتا ہے شیخ کے باطن سے اس کی غیر موجودگی میں بھی فیوض و برکات اخذ کرتا ہے اور باطنی رابطے کے ذریعہ اس کے پوشیدہ معانی کو جذب کرتا ہے لیکن حصولِ معرفت اور ولایت کے درجات تک وصول غالب طور پر صحبت سے وابستہ ہے لَا تَعْدِلُ بِالصُّحْبَۃِ شَیْئًا کَائِنًا مَا کَانَ، [خواہ کوئی چیز بھی ہو اس کو صحبت کے برابر قرار نہ دو] فقیر بھی غائبانہ توجہ سے اپنے آپ کو باز ۲۰۸
نہیں رکھے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ حق سبحانہٗ اپنے فضل اور کمالِ کرم سے بزرگوں کے باطن سے فیضیاب کرے اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ معمور رکھیں اور باطنی بیماری کا علاج اس قلیل فرصت میں ذکرِ کثیر کے ساتھ تلافی کریں اور دُور افتادہ دوستوں کو دعائے خیر سے یاد کریں، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۵۴

حقائق و معارف آگاہ خواجہ محمد حنیف کابلی کے صاحبزادگان کے نام خواجہ مرحوم کی تعزیت اور ضروری نصائح کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، برخوردار سعادت اطوار خواجہ عبید اللہ (ابن خواجہ محمد حنیفؒ) مع برادر و ہمشیرگان (درجۂ) کمال کو پہنچیں اور ان نور چشمان کی والدۂ عصمت پناہ اور تمام اہلِ سلسلہ جو وہاں اقامت پذیر ہیں اور اُن کی خدمت میں قیام رکھتے ہیں اِس جانب سے سلام عاقبت انجام پڑھیں اور (سب کے سب) شریعتِ منورہ و سنتِ مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والبرکات والتسلیمات العلیٰ کے طریقہ پر قائم و دائم رہیں اور مشائخ کی محبت و متابعت پر کامل استقامت کے ساتھ رہیں۔ کیا لکھوں کہ اس حادثہ جانکاہ کو سُن کر ان دوستوں پر کس قسم کا رنج و غم اور کس طرح کی مفارقت و مصیبت پیش آئی لیکن چونکہ مولائے حقیقی جل شانہٗ کے ارادہ و تقدیر سے ہے (اس لئے) تسلیم و رضا کے سوا چارہ و مفر نہیں ہے ہم نے بھی صبر کیا آپ بھی صبر کریں اور حق جل و علا کے فعل سے راضی و شاکر رہیں اور رفتگان کو دعا و صدقہ سے یاد کریں اور خواجہ مرحوم کے فیوض و برکات سے امیدوار رہیں اور ان کے مزار پُر انوار سے ہمیشہ طالب فیض رہیں اور دوستوں کو چاہئے کہ

اس جگہ کو آباد رکھیں اور خواجہ (مرحوم) کے طریقہ کو اچھی طرح ملحوظ رکھیں، حلقۂ ذکر و شغل کو قائم رکھیں اور آنے جانے والوں کی خدمت کریں اور خواجہ (مرحوم) کے صاحبزادوں کی خوشنودی و خدمت گاری میں دل و جان کے ساتھ کوشش کریں اور (ان کے) بچوں کی اچھی تربیت کریں اور آداب سکھائیں (ان بچے) پنجوقتہ نماز کے لئے جماعت میں حاضر ہوں اور سبق بلا ناغہ پڑھیں، کیا کیا جائے ہم اُن سے دُور پڑے ہوئے ہیں، دل کڑھتا ہے، ہم امیدوار ہیں کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ ان (بچوں) کو بے فیض نہیں رکھے گا اور درجہ کمال تک پہنچائے گا۔ اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب ہے (اور) قبول کرنے والا ہے] ؎

زہجرِ دوستاں خوں شد درونِ سینہ جانِ من ‌ ‌ ‌ ‌ فراقِ ہمنشیناں سوخت مغزِ استخوانِ من

[دوستوں کی جدائی سے میری جان سینے کے اندر خون ہوگئی (اور) ہمنشینوں کے فراق نے میری ہڈیوں کا گودا جلا دیا] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۵۵ ‌ ‌ م ۲۰۹

شیخ انور نو سرائی کے نام ان کے حال کی تعبیر میں جو انھوں نے دیکھا تھا اور حقائق ثلاثہ کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوت کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو خط از راہِ محبت بھیجا تھا اس نے پہنچ کر خوش وقت کیا، وہ حال جس میں آپ نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا ہے اور غایاتِ مشاہدہ کی ہیں عمدہ و مبارک ہے اور بشارت ہے۔ اور یہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ "ایک بہت سجا ہوا عجیب سفید گنبد تین محرابوں والا ہے اور آپ نے اپنے آپ کو درمیان میں دیکھا اس کے بعد منکشف و معلوم ہوا کہ یہ گنبد حقیقۃ الحقائق ہے اور یہ تین محرابیں حقائقِ ثلاثہ ہیں" اور نیز آپ نے لکھا ہے کہ "میں حقیقۃ الحقائق میں بہت ترقی دیکھتا ہوں گویا کہ تو (خواجہ محمد معصوم قدس سرہ) کشاں کشاں لیجا رہا ہے" اس کے مطالعہ نے بہت مسرور کیا، حق سبحانہٗ و تعالیٰ بے اندازہ ترقیات نصیب فرمائے اور حقائقِ اربعہ سے بہرہ مند بنائے اور حقیقۃ الحقائق بہ تفصیل سمجھ میں آتا ہے۔ والغیب عند اللّٰہ تعالیٰ [اور غیب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے] آپ نے لکھا تھا کہ میں نے تینوں حقیقتوں میں فرق معلوم کیا، حقیقتِ کعبہ مقامِ دل سے تعلق رکھتی ہے اور حقیقتِ قرآنی مقامِ روح سے تعلق رکھتی ہے اور حقیقتِ صلوٰۃ لطیفۂ اخفیٰ کے مقام سے تعلق رکھتی ہے۔ میرے مخدوم! یہ معنی محلِّ غور ہیں اس بارے میں اچھی طرح غور و فکر کریں۔ جو کچھ ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے کلام سے معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ کعبہ کو دائیں اور بائیں سے جو کہ قلب و روح کا

مقام سے تعلق نہیں ہے۔ حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) نے سترہویں مکتوب میں لکھا ہے "جس طرح انسان کا قلب عرشِ رحمٰن جل سلطانہٗ کا نمونہ ہے اور اس کا ظہورِ قلبی ظہورِ عرشی کا نمونہ ہے (اسی طرح) بیت اللہ بھی انسان میں نشان و نمونہ ہے جو کہ درمیانہ ہے اور دائیں بائیں سے بے تعلق ہے اور حسنِ صفت میں یکتا ہے لخ" ان حقائق کا معاملہ بہت نازک ہے ہم جیسے بوالہوسوں کا دستِ فکر اس کے دامن (تک رسائی) سے قاصر ہے والسلام اولاً و آخراً وعلیٰ رسولہ دائماً و سرمداً۔ دفتر دوم ۱۷

مکتوب ۱۵۶

شرافت و نجابت پناہ خواجہ عبد الصمد کابلی کے نام دینی نصیحتوں اور دنیائے دنی کی بیوفائی کے بارے میں تحریر فرمایا۔

ص ۲۱۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ (یہاں کے) حالات بہر حال حمد کے لائق ہیں اور آپ کی سلامتی اور ظاہری و باطنی استقامت کے لئے دعا و امید کی گئی ہے افسوس کہ عمر اختتام کو پہنچ رہی ہے اور کوئی عمل نہیں ہو سکا، صحبت درست ہو گئی ہے اور دنیا کی بیوفائی بدیہی اور اولی ہو گئی ہے اور فتنے اور مصیبتیں پے در پے آ رہے ہیں، احباب و لختِ ہائے جگر کوچ کر رہے ہیں اور کوئی بیداری و ہوشیاری نہیں ہے اور نہ ہی توبہ و انابت ہے (بلکہ) غفلت میں اضافہ اور گناہوں میں زیادتی ہے اَوَلَا یَرَوْنَ اَنَّھُمْ
۹ ۱۲۶ یُفْتَنُوْنَ فِیْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ وَلَا ھُمْ یَذَّكَّرُوْنَ [کیا وہ غور نہیں کرتے کہ وہ ہر سال ایک مرتبہ یا دو مرتبہ آزمائش میں پڑتے ہیں پھر بھی تائب نہیں ہوتے اور نصیحت حاصل نہیں کرتے) یہ کونسا ایمان ہے اور کیسی مسلمانی ہے کہ نہ کتاب و سنت سے نصیحت قبول کی جاتی ہے اور نہ واضح نشانیوں کے مشاہدہ سے عبرت حاصل کی جاتی ہے، سوچنا چاہئے کہ وہ دوست و ہمنشین جو گذشتہ اور گذشتہ سے پیوستہ سال اکٹھے ہمسر و ہم بستر اور مونس و ہمدم تھے کہاں چلے گئے، ع

کجا رفتند آں یاراں کہ بودند مونسِ جانی [وہ دوست کہاں گئے جو کہ مونس و محبوب تھے]

اُن کا کوئی نشان ظاہر نہیں ہوتا اور کوئی شخص اُن کا کوئی پتہ نہیں دیتا ؎

چناں خرمنِ عمرِ شاں شد بباد کہ ہرگز کسے زاں نشانے نداد

[ان کی عمر کا خرمن اس طرح برباد ہو گیا کہ کوئی شخص ان کا کچھ بھی پتہ نشان نہیں دیتا]

اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَھُمْ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَھُمْ [اے اللہ! ہمیں ان کے اجر سے محروم نہ کر اور ان کے بعد ہمیں فتنہ میں نہ ڈال) پس ہم پر اور ہمارے پسماندگان پر لازم ہے کہ عمرِ دو روزہ کو غفلت میں نہ گذاریں اور

خوابِ خرگوش میں نہ لگائیں اور اس سرائے فانی (دنیا) سے دل نہ لگائیں اور اس قحبۂ بیوفا کے فریفتہ نہ ہوں اور مولائے حقیقی جل شانہٗ کی خوشنودیوں سے کلّی موافقت کریں اور نفس و شیطان کے مکر اور ہوا و ہوس کے گرداب سے دوری اختیار کریں اور قبر و قیامت کو پیشِ نظر رکھ کر اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کریں وَعُدَّ نَفْسَكَ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ[1] [اور تو اپنے آپ کو اہلِ قبور میں سے شمار کر] اور وجود و حیاتِ موہوم سے آزاد ہو کر اس موت میں مشغول ہوں جو موت سے پہلے ہے اور اپنی ذاتی عدمیت و اصلی نیستی کے ساتھ موافقت کریں، وہ معدوم جو اپنے اوپر کسی موجود کے احکام جاری کرے اور وجود کے عنوان سے ظاہر ہو اور وہ نیست جو کہ ہست کی تہمت کے ساتھ ہو وہ مخلوق کے لئے قابلِ مضحکہ ہے ؎

وصّافیِ خود برغمِ حاسد تا کے ترویجِ چنیں متاعِ کاسد تا کے

[تو حاسد کے خلافِ مرضی اپنی تعریف کب تک کرتا رہے گا تو ایسی کھوٹی پونجی کو کب تک رواج دیتا رہے گا]

ہستی اور اس کے توابع صاحبِ ہستی و موجودِ حقیقی کے لائق و مناسب ہیں اور (یہ) شئے کو اس کے مقام میں رکھنا ہے، ممکن کا کمال اپنے سے کمال کی نفی کرتے میں ہے اور اس کی بھلائی بھلائی کے سلب میں ہے ؎

در عالمِ ما زما جز نام نماند در صبحِ وجودِ ما بجز شام نماند

[ہماری دنیا میں ہمارے نام کے سوا کچھ نہ رہے اور ہمارے وجود کی صبح سے سوائے شام کے کچھ نہ رہے]

۲۱۱ ع چل خسرو گھر آپنے سانجھ پڑی سب دیس [اے خسرو! اپنے گھر چل، سارے دیس میں شام ہوگئی]

دوستوں سے دعائے سلامتیٔ خاتمہ کی امید کی گئی ہے۔

مکتوب ۱۵۷

شیخ محمد باقر لاہوری کے نام اُن کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا جو کہ بعض اسرار پر مشتمل تھے۔

کمالات اکتساب میاں محمد باقر نے جو اپنی خاص کیفیات اور اپنے دوستوں کی ترقیات کے احوال لکھے تھے ان کے مطالعہ نے باطنی لذات بخشیں، اس قسم کے اسرار و معاملات کہ جن سے آپ کو نوازا گیا ہے اور صحبت کی تاثیر عطا فرمائی گئی ہے عجائبِ روزگار سے ہیں اگر دنیا کے گرد پھریں تو معلوم نہیں کہ اُن کی

[1] یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے وہ حدیث اس طرح ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے میرے جسم کا کوئی حصہ پکڑ کر فرمایا دنیا میں اس طرح زندگی بسر کر جس طرح کوئی مسافر ہوتا ہے یا کسی راہ سے گزرنے والا ہوتا ہے اور اپنے نفس کو اہلِ قبور میں سے شمار کر رواہ البخاری (مشکوٰۃ باب الامل والحرص)

مثل و نمونہ کسی دوسری جگہ پائیں اِعْمَلُوْا آلَ دَاوٗدَ شُکْرًا وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ [اے آلِ داؤد سبا ۱۳
شکر کے طور پر عمل کرو اور میرے بندوں میں سے تھوڑے لوگ شکر ادا کرتے ہیں] ؎

سعادتہاست اندر پردۂ غیب نگہ کن تا کرا ریزند در جیب

[پردۂ غیب کے اندر بہت سی سعادتیں ہیں دیکھئے کس کی جیب میں ڈالتے ہیں]

لیکن مقطعات کے اسرار جن کا چھپانا لازم ہے اور ان کی شان میں قُطِعَ الْبُلْعُوْمُ [حلق کاٹ دیئے جائیں] آیا ہے اور ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) قرنِ اول کے بعد کے زمانہ میں ان (اسرارِ مقطعات) کے ساتھ ممتاز ہیں یہ ایک دوسرا امر ہے۔ ع

لذتِ مے نشناسی بخدا تا نہ چشی [خدا کی قسم جب تک تو چکھے گا نہیں شراب کی لذت کو نہیں پہچانے گا]

ہم امیدوار ہیں کہ ہم جیسے ناکارہ لوگ وَلِلْاَرْضِ مِنْ کَاسِ الْکِرَامِ نَصِیْبٌ [بزرگوں کے پیالے سے زمین کیلئے بھی حصہ ہے] کے حکم کے مطابق بے بہرہ نہیں رہیں گے اور اس کے اس آبِ حیات سے ان تشنہ لبوں کے حلق میں ٹپکائیں گے، چونکہ آپ نے ان اسرار کے ساتھ ہمسائیگی کا حق پیدا کیا ہے اور ان کے اطراف میں گھومے پھرے ہیں (اس لئے) امیدوار ہیں مَنْ حَامَ حَوْلَ الْحِمٰی یُوْشِکُ اَنْ یَّقَعَ فِیْہِ [جو جانور چراگاہ کے گرد چرے گا قریب ہے کہ وہ اس میں واقع ہو جائے گا] آپ نے طاعت و محبتِ ذاتیہ وغیرہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ واضح ہوا، اَللّٰھُمَّ زِدْ [اے اللہ اور زیادہ فرما] اس سے زیادہ لکھنے کی طاقت نہیں ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۵۸

ملا محمد خاں ورسکی کے نام ان کے خط کے جواب میں جو بعض کیفیاتِ عالیہ پر مشتمل تھا تحریر فرمایا۔

برادرِ عزیز من مولانا ورسکی کے خطوط نے جو کہ کیفیات و وارداتِ عالیہ پر مشتمل اور محبتِ ذاتیہ کی خبر دینے والے تھے کہ جہاں انعام و ایلام برابر ہے بلکہ ایلام کو انعام پر فوقیت ہے خوش وقت و مسرور کیا، حق سبحانہٗ و تعالیٰ اسی طرح ہمیشہ ترقیات میں رکھے، اس ناکارہ کو دعائے خیر و سلامتیٔ
خاتمہ سے یاد رکھیں اور اس محبت و عقیدت سے جو کہ آپ کو حاصل ہے ایثار فرمائیں۔ ۲۱۳

والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۱۵۹

سیادت پناہان میر محمد ابراہیم و میر محمد اسحاق کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

فرزندان گرامی میر محمد ابراہیم و میر محمد اسحاق دونوں نے عدمیت اور صفات کے اپنی اصل کے ساتھ ملحق ہونے کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا عمدہ و مبارک ہے، اس بارے میں کچھ توجہ کی گئی اور اس نسبتِ شریفہ کے زیادہ ہونے کیلئے کچھ تصرف کیا گیا اور دونوں عزیزوں کی اس مقام میں ترقی مفہوم ہوئی اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا شکر بجالائیں کہ اس تھوڑی سی مدت میں اس قسم کا انعام جو کہ عنقائے نادر کا حکم رکھتا ہے آپ (دونوں) کو عطا ہوا ہے، امید ہے کہ جس طرح کمالات اپنی اصل کی طرف عود کر گئے ہیں اور عدم صرف باقی رہا ہے عدم بھی جو کہ کمالات کا آئینہ ہے اپنی اصل کی طرف جو کہ عدمِ مطلق ہے عود کرے گا اور سالک کے عین واثر کو زائل کر دے گا۔ ع

این کار دولت ست کنوں تا کرا دہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو عنایت کرتے ہیں]

والسلام اولاً و آخراً (خدا کرے) برخوردار میر محمد یعقوب قلبی جمعیت کے ساتھ رہیں وہ اپنے احوال کے بارے میں کبھی نہیں لکھتے۔

مکتوب ۱۶۰

حاجی حبیب اللہ حصاری کے نام ان کے احوال کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ العلی الاعلیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، جناب حاجی حرمین شریفین اس مسکین کا مشتاقانہ سلام پڑھیں (یہاں کے احوال) حمد کے لائق ہیں اور اللہ تعالیٰ سے آپ کی عافیت اور اللہ کے پسندیدہ طریقہ پر آپ کی ظاہری و باطنی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے۔ فقیر نے ان دنوں میں سخت بیماری اٹھائی ہے، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ اب رو بصحت ہے اور قلم ہاتھ میں لیتا ہے اور حسب طاقت دوستوں کو چند کلمات لکھتا ہے چونکہ قاصد اس طرف روانہ ہو رہا تھا اور اس نے خطوط کے جواب مانگے تھے (اس لئے) دو خط دونوں عزیزوں کو لکھے گئے تاکہ خالی نہ رہے، جو احوال کہ آپ نے دیکھے اور لکھے ہیں وہ سب بہت عمدہ و اعلیٰ ہیں۔ خیبر کے جہاد میں جو آپ آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہیں اور آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام سے استفادہ کرتے ہیں کہ یہ فتح آپ کے نام سے ہے، یہ شرکت گویا

۲۱۳ جہادِ اکبر میں ہے جو کہ انفسی دشمنوں کے ساتھ ہے اور افواجِ اسلام کا جو کہ لطائفِ عالمِ امر میں خیبرِ انفسی کے کفار پر آنسرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہٖ وسلم کی اعانت سے غلبہ ہے کیونکہ خیبر جس طرح آفاق میں موجود ہے انفس میں بھی ہے اور آپ (مکتوب الیہ) کے نام سے فتحِ انفسی دشمنوں پر غلبہ پانے اور اسلام حقیقی کے حاصل ہونے کی بشارت ہے۔ ماہِ مبارک رمضان (شریف) میں قرآن مجید سنتے وقت آپ کو جو قطبیتِ ارشاد کا الہام ہوا ہے شاید کہ یہ بشارت کمالاتِ مرتبۂ قطبیت کے حاصل ہونے کی ہے نہ کہ منصبِ قطبیت کی۔ اور وہ چیزیں جو کہ آپ کے بھائی صاحب دیکھتے ہیں عمدہ و مبارک ہیں اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَۃِ [بیشک تیرا رب وسیع مغفرت والا ہے] سورہ ۵۳ آیت ۳۲ آپ نے اپنے دوستوں کے احوال سے جو کچھ لکھا ہے سب عمدہ و اعلیٰ ہے اس کے مطالعہ نے خوش وقت کیا۔ زَادَھُمُ اللہُ سُبْحَانَہٗ تَوْفِیْقًا وَّشَوْقًا وَّتَرَقِّیًا [اللہ سبحانہٗ ان کی توفیق و شوق و ترقی میں اضافہ فرمائے] ان کے احوال میں اچھی طرح مشغول ہوں اور توجہات سے دریغ نہ کریں اور دوستوں کے ہجوم سے ڈرتے اور لرزتے رہیں کہ خود پسندی و غرور کا مقام ہے اس لئے التجا و تضرع کرتے رہیں اور استغفار و توبہ کو لازم پکڑیں اور گوشہ نشینی کی طرف راغب رہیں اور ایک دو وقت اس کے لئے مقرر کر لیں اور باقی وقت دوستوں کے ساتھ ہمنشینی رکھیں اور دور افتادہ دوستوں کو دعا سے یاد رکھیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۶۱

میرزا لطیف بخاری کتاول کے نام فنا و نیستی کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

نحمدہٗ حمداً بعد حمد و نصلی علیٰ نبیہ محمد والصلوٰۃ اتم صلوٰۃ و سلاماً عقب سلامٍ۔ اس نواح کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں امید ہے کہ آنجناب بھی بعافیت ہوں گے اور شریعت و سنت کے طریقے پر قائم ہوں گے، فرع سے اصل کی طرف آئیں گے اور صورت سے حقیقت کی طرف مائل ہوں گے گرامی نامہ پہنچ کر مسرت بخش ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "(یہ فقیر) کثرتِ مشاغل کے باعث جس چیز کے ساتھ مامور ہے مدعا کے موافق (اس میں) مشغول نہیں ہو سکتا لیکن غفلت بھی نہیں ہے جس وقت کہ فرصت پاتا ہے غنیمت جان کر (اس میں) مشغول ہو جاتا ہے" ٹھیک ہے اس قدر بھی غنیمت ہے، بزرگوں نے کہا ہے مَالَا یُدْرَکُ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ [جو چیز پوری حاصل نہ ہو سکے اس کو کلی طور پر چھوڑ دینا نہیں چاہئے] لیکن امید ہے کہ نسبت اور باطنی حضور دائمی ہوگا اور اس کے پیچھے غیبت نہیں ہوگی اور ظاہری مشاغل باطنی نسبت میں فتور کا سبب نہیں ہوں گے۔

دارم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال در دل ز تو آرزو و در دیدہ خیال

[میں ہر جگہ ہر شخص کے ساتھ ہر حال میں دل میں تیری آرزو اور آنکھ میں تیرا خیال رکھتا ہوں]

۲۱۳ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "اپنی ہستی کو محبت میں عین نیستی کر دیا ہے" اس نے بہت مسرور کیا اور آپ کی استعداد کی لطافت کی خبر دی، حق سبحانہٗ اس محبت کی آگ کو مشتعل کرے تاکہ ماسوا سے پوری طرح رہا کر دے اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ محبت میں ہستی نیستی میں تبدیل ہو گئی ہے، فنائیت و عدمیت انسان کی ذاتی صفت ہے وجود اور اس کے توابع حضرتِ معبود (اللہ تعالیٰ) کی خاص صفاتِ کمال میں سے ہیں، اگر ممکن میں یہ صفات ظاہر ہیں تو وہ بھی اسی بارگاہ سے مستفاد و مستعار ہیں ممکن نے اس عاریتی دید سے ان کمالات کو اپنے آپ سے جان کر جہلِ مرکب کے باعث اپنے آپ کو خیر و کامل تصور کیا ہے اور اپنے مولائے حقیقی کے ساتھ برابری و شرکت کا دعویٰ پیدا کیا ہے اور غرور و انانیت کا محل ہو گیا ہے (جب) اللہ جل شانہٗ کا فضل اس کے حق میں آپہنچتا ہے اور اس کو جہلِ مرکب سے رہائی دلاتا ہے اور اپنی معرفت سے نوازتا ہے (اس وقت) وہ جانتا ہے کہ یہ کمالات دوسری جگہ سے ہیں اور یہ صفات اس تعالیٰ شانہٗ کی صفات کا ظل ہیں۔ مولوی (معنوی رومی) قدس سرہٗ نے کہا ہے ؎

چوں بدانستی کہ ظلِ کیستی فارغی گر مردی و گر زیستی

[جب تو نے جان لیا کہ تو کس کا سایہ ہے تو پھر خواہ مردہ ہو یا زندہ ہو تو بے فکر ہے]

یہ عاریتی و ظلی دید جب عارف پر غالب آجاتی ہے تو وہ ان کمالات کو ٹھیک طرح پر ان کے مالک کے سپرد کر دیتا ہے اور ظلال کو اصل کے ساتھ ملحق پاتا ہے اور وہ نیستیِ ذاتی و عدمیتِ اصلی سے ملحق ہو جاتا ہے اور انانیت (خودی) سے (اس حد تک) نکل جاتا ہے کہ اگر سالہا سال گذر جائیں تب بھی وہ اپنے آپ کو انا کے ساتھ تعبیر نہیں کر سکے گا، اس وقت فنائے حقیقی کے ساتھ متصف ہو جائے گا اور نفس امارگی سے رہائی پاجائے گا اس کے بعد مَنْ قَتَلْتُہٗ فَاَنَا دِیَتُہٗ [جس کو میں قتل کرتا ہوں اس کا خون بہا میں خود ہو جاتا ہوں] کے مطابق بقا کا معاملہ پیش آتا ہے آیۂ کریمہ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ [کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مُردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا] اس معنی کی طرف اشارہ رکھتی ہے اور یہ بقا ولادتِ ثانیہ ہے کہ عارف وجودِ موہوم سے نکل کر وجودِ موہوب حقانی کے ساتھ موجود ہو گیا ہے، روایت میں ہے کہ جو شخص دو دفعہ پیدا نہیں ہو گا وہ آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں داخل نہیں ہو گا۔ جو احوال کہ آپ نے دیکھے اور لکھے ہیں اور اسی طرح جو فیوض و برکات کہ عزا رغائف الانوار سے معلوم کئے ہیں وہ ثمرہ دینا یک ہیں، اللہ تعالیٰ ان اکابر کے طفیل میں حقیقتِ کار سے اطلاع بخشے اور کمالِ انسانی سے بہرہ ور فرمائے اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ۔

مکتوب ۱۶۲

شیخ محمد یوسف گردیزی پیرزادہ ملتان کے نام ان عبارات کے بیان میں جو کسرِ نفسی کی خبر دینے والی ہیں اور افادہ کے معاملہ میں خود کو نہ دیکھنے اور ممکن کی حقیقت اور اس کی فنا کے بارے میں اور اس بیان میں کہ افادہ و استفادہ کا مدار صحبت پر ہے تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی خصوصاً علیٰ سید الوریٰ صاحب قاب قوسین ۲۱۵
او ادنیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ البررۃ التقی اما بعد، آپ کی جانب سے گرامی نامہ وصول ہوا وہ ایسا مکتوب تھا کہ جس کی عبارات کے چہروں میں جنت کی تروتازگی تھی یہ ذرۂ بےمقدار اس خطاب کا سزاوار نہیں ہے اور نہ ہی اس مضمون کا مستحق ہے وہ عبارات جو آپ نے اپنی کسرِ نفسی و تواضع کی بنا پر اُس گرامی نامہ میں لکھی ہیں وہ اس فقیرِ حقیر ناکارہ کے حق میں صادق آتی اور بیانِ واقع ہیں، اس گرداب سے نجات اور رب الارباب (اللہ تعالیٰ) کی بارگاہ میں خلوصِ توجہ کی درخواست اس مسکین سے کرنا ایسا ہے جیسا کہ کسی ادھار لینے والے سے ادھار مانگنا اور کسی محتاج سے سوال کرنا۔ فقیر اپنے اندر اس طائفۂ علیا کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں دیکھتا اور اس طبقۂ عالیہ کے اسرار میں کوئی شرکت نہیں پاتا، اس کے باوجود جو طالبین کہ اطراف و اکناف سے آتے ہیں بقدرِ استعداد بہرہ ور ہوتے ہیں اور کمال و اکمال کا خیال کرتے ہیں یہ سب بزرگوں کے انفاسِ نفیسہ کی برکات ہیں، یہ مسکین درمیان میں کچھ نہیں ہے۔ ع

ما خود نیئم ایں ہمہ الحان ز مطرب است
[ہم خود کچھ بھی نہیں ہیں یہ سب مطرب کا راگ ہے]

بیشک نیستی و عدمیت ممکن کی ذاتی ہے وجود اور باقی تمام کمالات جو توابعِ وجود ہیں سب اس کے اندر مرتبۂ وجوب سے مستعار و مستفاد ہیں، ممکن بیچارہ اپنی ذات کو فراموش کرکے اپنے عاریتی کمال کو خیر و کامل تصور کئے ہوئے ہے اور اس نے اپنے مولا کے مخصوص ترین اوصاف میں شرکت تلاش کی ہے اور اس وجہ سے اس نے غرور و تکبر پیدا کر لیا ہے، وہ یہ نہیں جانتا کہ اس کی ذات عدم ہے جو کہ ہر شر و فساد کا منبع ہے جیسا کہ وجود ہر خیر و کمال کا مبدا ہے (یہ بات) اس (ممکن) کی ذاتی جہالت ہے کہ اس نے اپنے آپ کو کامل سمجھا ہے، کمال اس کے حق میں اپنے آپ سے کمال کی نفی کرنا ہے اور اس کی بھلائی، بھلائی کے سلب میں ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

وصافیِ خود بہ غمِ حاسد تا کے　　ترویجِ چنیں متاعِ کاسد تا کے
[تو حاسد کے خلاف مرضی اپنی تعریف کب تک کرتا رہے گا تو ایسی کھوٹی پونجی کو کب تک رواج دیتا رہے گا]

بات دوسری طرف چلی گئی، یہ درویشِ دل ریش ان شاء اللہ تعالیٰ غائبانہ توجہ اور پیٹھ پیچھے دعا کرنے سے بے فکر نہیں ہے ہم امیدوار ہیں کہ آپ ان شاء اللہ تعالیٰ اس محبت کی بدولت جو کہ آپ طائفہ عالیہ کے ساتھ رکھتے ہیں ان بزرگوں کے فیوض و برکات سے فیضیاب اور ان اکابر کے انوار و اسرار سے بہرہ مند ہوں گے، اس محبت کو سرمایۂ سعادت تصور فرمائیں، حق سبحانہٗ اس آتشِ محبت کو بلند فرمائے اور شعلۂ شوق کو مشتعل کرے تاکہ ماسوائے پوری طرح رہائی دلادے اور قربِ معرفت کے سراپردوں تک پہنچائے، اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے] ۔۔

میرے مکرم! افادہ و استفادہ کا معاملہ صحبت سے وابستہ ہے خصوصاً ہمارے طریقے میں کہ اس کا مدار صحبت ۲۱۶
پر ہے، کسی کامل و مکمل کی صحبت میسر آنے تک شرعی طور طریقوں اور پسندیدہ سنتوں پر قائم رہیں اور لہو و لعب اور ناجنس کی صحبت سے بچتے رہیں اور وظائف و اذکارِ ماثورہ کے ساتھ اوقات کو معمور رکھیں، علومِ دینیہ میں مشغول ہونا بڑی عبادات میں سے ہے، والسلام

مکتوب ۱۶۳

میر عثمان کولابی کے نام فنائے قلب کی حقیقت اور فنائے نفس پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حامداً و مصلیاً، آپ کا مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے جو ذکرِ اسمِ ذات کے جاری ہونے اور اس کے تمام لطائف بلکہ تمام بدن میں سرایت کر جانے اور نفی و اثبات کے اکیس بار تک پہنچنے اور دل کی ماسوائے اس حد تک بے تعلقی کہ اگر دل میں ماسوا کا خیال لائیں تو نہ آئے، کی بابت لکھا تھا، اس کے مطالعے نے مسرور کیا، اَللّٰھُمَّ زِدْ [اے اللہ! اور زیادہ فرما] اُس نسیان کے واسطے سے جو کہ دل کو ماسوائے حاصل ہوا ہے یہ حالت کہ ماسوا کا خیال دل میں نہ آئے اگرچہ اس کا خیال لایا بھی جائے فنائے قلب سے تعبیر کی جاتی ہے اور ولایت کے درجوں میں سے پہلا درجہ ہے، کوشش کریں کہ دوسرے درجات تک ترقی کریں اور انسانی کمال تک پہنچیں، شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ کے طریقہ پر قائم رہیں اور مولائے حقیقی جل شانہٗ کی خوشنودیوں میں دل و جان سے کوشش کریں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں اور دوستوں کو دعا میں یاد رکھیں۔ والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۱۶۴

شیخ حسین منصور برکی جالندھری کے نام ان کے واردات و کیفیات کی شرح اور احوال کی تعبیر میں جو کہ انھوں نے لکھے تھے اور استفسارات کے جواب میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، آپ کا مکتوب مرغوب جو کہ روشن کیفیات اور بلند احوال پر مشتمل تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا حق سبحانہ ترقیات کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے اور سنتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقہ پر استقامت عطا فرمائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "کبھی مجھ کو ان نسبتوں کے ساتھ مشرف کیا جاتا ہے کہ جن کی طرف نہ اشارہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ان کو بیان کیا جا سکتا ہے اور کبھی نورانی زریں خلعت سے سرفراز کیا جاتا ہے گویا خواستہ یا ناخواستہ ۲۱۷
کشاں کشاں لے جایا جاتا ہے" (جواب) بیشک جو نسبت کہ مرتبہ بیچونی سے تعلق رکھتی ہے وہ بھی بیچون ہے اور عبارت و اشارہ سے بالاتر ہے، ذوقی ہے نہ کہ بیانی۔ ع

لذتِ مے نشناسی بخدا تانہ چشی [خدا کی قسم جب تک تو چکھے گا نہیں شراب کی لذت کو نہیں پہچانے گا]

کبھی اس بیچونی نسبت کو صورتِ مثالیہ سے ظاہر کرتے ہیں تاکہ سمجھنے اور سمجھانے کے قریب ہو جائے اور بیان میں آجائے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "کوئی شخص آپ کے بارے میں کہتا ہے کہ اس کا وجود تمام ممکنات میں سرایت کئے ہوئے ہے" بیشک کامل معرفت والا عارف جو کہ تمام اسماء و صفات سے بہرہ ور ہے وہ افرادِ عالم کے لئے بمنزلہ کل ہے، یہی وجہ ہے کہ حقیقتِ محمدی تمام حقائق میں سرایت کئے ہوئے ہے، بعض عارفوں نے کہا ہے کہ تجلیٔ ذاتی کے وقت عارف اپنے آپ کو کل سمجھتا اور تمام اشیاء کو احاطہ کئے ہوئے پاتا ہے، اسی مقام میں کسی عارف نے کہا ہے کہ جمع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جمعِ الٰہی سے جامع تر ہے اس لئے کہ جمعِ محمدی مرتبۂ وجوب و امکان کا جامع ہے نہ کہ جمعِ الٰہی۔ جاننا چاہئے کہ یہ بات تنگی نمونے اس کی اصل کے مشابہ ہونے کی قسم سے ہے اس لئے کہ جو کچھ جمعِ محمدی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے وہ مرتبۂ وجوب تعالت و تقدست کا ظل و نمونہ ہے نہ کہ اس مرتبہ کی اصل جو کہ اس سے برتر ہے کہ ممکن کے احاطہ میں آئے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

تو از خوبی نمے گنجی بعالم مرا ہرگز کجا گنجی در آغوش

[جب تو خوبی کی وجہ سے عالم (دنیا) میں نہیں سما سکتا تو پھر میری آغوش میں بھلا کہاں سما سکتا ہے]

اور عذابِ میت کا مشاہدہ کرنے اور پھر آپ کی توجہ سے اس کے عذاب سے نجات پانے اور نیز کسی شخص کی نسبت اور اس کے دل کی بات جو آپ پر وارد ہوتی ہے اس کے منعکس ہونے اور نیز کسی مریض کے جو کہ نا امیدی کو پہنچ چکا تھا آپ کی توجہ سے شفایاب ہونے کی بابت جو آپ نے لکھا تھا وہ سب ظاہر ہوا اور مزید شکرانہ کا باعث ہوا ـــ آپ نے لکھا تھا کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اعمال کی توفیق پاتا ہوں تو کمال درجہ کی نورانیت و تصفیہ اپنے اندر مشاہدہ کرتا ہوں اور اگر آداب میں سے کسی ادب کی فروگذاشت واقع ہو جاتی ہے تو اس کی کدورت بھی بدرجۂ کمال اپنے اندر محسوس کرتا ہوں۔ میرے مخدوم! حدیث[1] شریف میں آیا ہے مَنْ سَاءَتْهُ سَيِّئَتُهُ وَسَرَّتْهُ حَسَنَتُهُ فَهُوَ مُؤْمِنٌ [جس شخص کو اس کے گناہ نے غمگین کیا اور اس کی نیکی نے خوش کیا تو وہ مومن ہے]۔ اور یہ جو آپ نے مسجد فقراء میں نیکیوں کے کئی گنا ہونے کے بارے میں لکھا ہے، عمدہ ہے لیکن اگر یہ معاملہ آنکھوں سے دیکھنے اور مشاہدہ میں آجائے تو بہت اچھا ہو، اگرچہ آپ نے استخارہ میں اس معنی کو معلوم کیا ہے لیکن استدلال کی راہ سے نہیں ہے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ اگر ولی سے گناہِ کبیرہ صادر ہو جائے تو وہ ولایت سے گر جاتا ہے یا نہیں۔ میرے مخدوم! مشائخ کے نزدیک مسلّم ہے کہ اَلْفَانِیْ لَا یُرَدُّ [فانی کو رد نہیں کیا جاتا] جو شخص کہ فنائے کامل سے مشرف ہو چکا ہے امید ہے کہ وہ گناہ کے باعث رد نہیں ہوگا، لیکن ہم امیدوار ہیں کہ ولی گناہِ کبیرہ کا مرتکب نہیں ہوگا کیونکہ اولیاء اللہ غالب طور پر محفوظ ہیں۔ ص۲۱۸

آپ نے جو کوہستان کے سفر کا ارادہ کیا ہے عمدہ و مبارک ہے استخارہ کے بعد متوجہ ہوں اور اگر فقیر نے توفیق پائی تو خط لکھنے سے دریغ نہیں کریگا ـــ اور آپ نے یہ جو ملاحت میں ترقی اور محبتِ ذاتیہ سے بہرہ یاب ہونے کے بارے میں لکھا ہے، میرے مخدوم! محبتِ ذاتیہ سے حصہ تو سمجھ میں آتا ہے لیکن ملاحت کا معاملہ بہت نازک ہے، انشاء اللہ تعالیٰ پھر کسی وقت غور کیا جائیگا۔ آپ نے اپنے مبدأ تعین کی تعیین کے بارے میں دریافت کیا تھا غالباً پہلے آپ کی ولایت کا تعین کہ آپ کس پیغمبر کے قدم پر ہیں کیا جا چکا ہے۔ آپ جس پیغمبر کے قدم پر بھی ہیں ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کی تحقیق کے مطابق جو اسم کہ اس پیغمبر علیٰ نبینا وعلیٰ سائر الانبیاء والمرسلین الصلوات والتسلیمات کا مبدأ تعین ہے اس اسم کی جزئی آپ کا مبدأ تعین ہے، والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

---

[1] رویٰ احمد عن ابی امامۃ ان رجلا سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما الایمان قال اِذَا سَرَّتْکَ حَسَنَتُکَ وَسَاءَتْکَ سَيِّئَتُکَ فَأَنْتَ مُؤْمِنٌ (مشکوٰۃ کتاب الایمان)

مکتوب ۱۶۵

سیادت پناہ میر محمد اسحاق کے نام محبت کے اسرار میں تحریر فرمایا۔

حق سبحانہٗ فیوض کے دروازوں کو ہمیشہ کھلا رکھے، جو خط آپ نے کمالِ شوق کے باعث ارسال کیا تھا اُس نے مسرور و خوش وقت کیا اس شوق کو سعادت کا سرمایہ جانیں اور اس محبت کو معرفت کی کنجی سمجھیں۔ محبت ہی ہے جو کہ ظہور و اظہار کا سبب ہوئی اور پوشیدہ خزانے کو ظہور کے میدان میں لائی اور جس نے غیب الغیب کے پردہ نشینوں کی آرائش کر کے تختِ شہود و شہادت پر بٹھایا اور ان کے چہرے سے پردہ ہٹایا اور جس سے عشق و ولولۂ محبت کا طریقہ جاری ہوا، حُبِّ ازلی ہے جو کہ ان مظاہر میں تجلّی فرما ہے اور جس نے ترقی کا راستہ کھول دیا ہے۔ ع

یک نشاۃ دُو جا ظہور کردہ [ایک نشہ دو جگہ ظہور کئے ہوئے ہے]

محبت کے انوار و اسرار کو کس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ یہ معاملہ کو بلندی سے پستی میں لائی ہے اور پھر پستی سے بلندی کی طرف لے گئی ہے، جو حال کہ آپ نے دیکھا ہے واضح ہے حق تعالیٰ حضرت عالی (مجدد الف ثانی) کے فیوض سے کامل حصہ عطا فرمائے۔ والسلام

مکتوب ۱۶۶

سید نور محمد (بارھہ) کے نام ان کے استفسارات کے جواب میں تحریر فرمایا۔

م ۲۱۹ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، جو مکتوب کہ سیادت و نقابت پناہ میر سید نور محمد نے بھیجا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا، جو اشغالِ باطنہ و مشقِ رابطہ صبح کی نماز کے بعد اور سوتے وقت آپ کا معمول ہے عمدہ ہے، امید ہے کہ نتیجہ بخش ہو گا۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "خفی کے علاوہ چار لطائف پر حسبِ ارشاد توجہ رکھتا ہوں" میرے مخدوم! آپ کو شبہ ہوا ہے فقیر نے ہرگز یہ امر نہیں کیا ہے اور خفی کو باقی تمام لطائف سے بلاوجہ جدا نہیں کہا ہے، آئندہ پانچوں لطائف پر توجہ کرتے رہیں تاکہ ولایت کے پنجگانہ ارکان اور ہر ایک کے کمال سے بہرہ مند ہو جائیں اور ذکر و عبادت میں جمعیت و حلاوت کے پابند نہ ہوں، ذکر کرنا چاہئے خواہ حلاوت سے ہو یا بے حلاوت، عبادت جس قدر زیادہ شاق ہو گی امید ہے کہ اس کا ثواب اسی قدر زیادہ ہو گا۔ آپ جو اوراد کہ ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت پڑھتے ہیں ان میں سے اکثر

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ ہیں، اگرچہ بعض دعاؤں میں تعیینِ عدد و تعیینِ وقت میں تفاوت ثابت ہو، آپ پڑھتے رہیں البتہ تین دعائیں ماثور نہیں ہیں (ان میں سے) ایک الٰہی بحرمۃ الحسن الخ، دوم شیخ عبدالقادر الخ، سوم نادِ علیاً الخ، پہلی دو دعاؤں کی گنجائش ہے کہ پڑھیں میں منع نہیں کرتا تیسری دعا اہلِ سنت کے شعار سے نہیں ہے (اس کا پڑھنا اس بات پر موقوف رہے گا کہ اگر آپ اہلِ سنت کے ثقہ عالموں سے اس دعا کے استعمال میں کوئی معتمد نقل دیکھیں تو آپ مختار ہیں۔ ہر فرض کے بعد آیت کرسی پڑھتے رہیں اس عمل کی فضیلت میں حدیث شریف میں یہ آیا ہے لَمْ یَمْنَعْهُ مِنْ دُخُولِ الْجَنَّةِ اِلَّا الْمَوْتُ [اس شخص کے دخولِ جنت میں صرف موت حائل ہے] اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے: کَاَنَّ اللّٰہَ یَتَوَلّٰی قَبْضَ رُوْحِهٖ [گویا اللہ تعالیٰ اس کی روح کو قبض کرنا اپنے ذمہ لے لیتا ہے] والسلام

مکتوب ۱۶۷

امان بیگ بدخشی کے نام ان کے حال کی تعبیر و شرح میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً و مصلیاً، آپ کا مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت بخش ہوا، ذکر و فکر میں مشغول رہیں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں اور مولائے حقیقی جل شانہ کی خوشنودی میں دل و جان سے کوشش کریں۔ اور یہ جو آپ نے دوبارہ دیکھا ہے کہ زمین کے ساتوں طبق شق ہوگئے ہیں اور مچھلی کی پیٹھ پر نگاہ جا پہنچی ہے عمدہ ہے اور (یہ حال) نزولِ کامل کی استعداد کی خبر دینے والا ہے جو کہ عروج کامل پر مترتب ہے۔ اور آپ تمام صفات کو جو گم پاتے ہیں (یہ) فنائے اکمل کی تمہید ہے اس لئے کہ ممکنات چونکہ اسماء و صفات کے مظاہر ہیں اس لئے ذات سے حصہ نہیں رکھتے اور صفات کا گم ہونا سالک کی
۲۲۰ ذات کا گم ہونا ہے اس لئے کہ اس کی ذات صفات کے ماسوا اور کوئی چیز نہیں ہے، ایک بزرگ نے کہا ہے: ع

گم شدن در گم شدن دینِ من ست [گم شدگی میں گم شدگی میرا دین ہے]

آپ نے لکھا تھا کہ میں نماز اور تلاوت میں اپنے آپ کو بیکار پاتا ہوں بظاہر اس معنی میں ہوگا کہ میں اپنے آپ کو درمیان میں نہیں دیکھتا ہوں۔ یہ دید عمدہ و اعلیٰ ہے اور صفات کے گم پانے کا نتیجہ ہے اس لئے کہ جس وقت تمام صفات ناچیز و گم ہوگئیں تو وہ شخص جو کہ صفات سے متصف تھا بیکار و معطل ہوگیا اور تلاوت وغیرہ کے وقت درمیان میں نہیں رہا۔ والسلام

مکتوب ۱۶۸

حضرت صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے برادرزادہ حقائق و معارف آگاہ شیخ عبدالاحد کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مبدأ فیاض سے فیض کا آنا دائمی ہے اگر کمی و نقصان ہے تو وہ اس مخلوق کی جانب سے ہے۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت بخش ہوا۔ آپ عافیت و جمعیتِ قلبی کے ساتھ رہیں اور رضائے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ طریقے پر قائم رہیں اور دور افتادہ دوستوں کو دعا میں یاد رکھیں اور دوستوں کو بھی اپنے سے غافل نہ جانیں اور فارغ نہ سمجھیں، ع

فراغت از تو میسر نمی شود مارا [ہم کو تجھ سے فراغت میسر نہیں ہوتی]

مبدأ فیض کی طرف سے بیکاری نہیں ہے وہ ہمیشہ برسر کار ہے، استعدادوں اور قابلیتوں کے تفاوت کے مطابق اگر قبض و بیکاری ہے تو اس کا منبع خود فیض قبول کرنے والا ہے نہ کہ فیض دینے والا، معشوق کا چہرہ اپنے بالمقابل آئینوں میں آئینہ کی صفائی و نورانیت کے مطابق ہی ہر وقت منعکس و نمایاں ہوتا ہے جو آئینہ کہ زنگ آلود ہے وہ صورت کو قبول نہیں کرتا، کمی و نقص آئینہ کی جانب سے ہے نہ کہ صورت کی جانب سے۔

آپ نے اپنی مرکزی سیر کی طرف اشارہ کیا تھا اس کے مطالعہ نے مسرور کیا حق سبحانہٗ اس کے کمالات و خصوصیات سے کامل حصہ عطا فرمائے۔ اِنَّهٗ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ [بیشک وہ قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۶۹

محمد یحییٰ پسر قاضی چوکی کابلی کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

فیض کے دروازے ہمیشہ کھلے رہیں آپ نے جو خط از راہِ محبت ارسال کیا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا آپ نے ذکرِ قلبی کا ملکہ پیدا ہوجانے کی بابت لکھا تھا کہ اگر تکلف کے ساتھ (بھی) خود کو دیکھنا چاہوں تو نہیں دیکھ سکتا، اس نعمت کا شکر بجا لائیں، اس حالت کو دوامِ آگاہی اور یادداشت بھی کہتے ہیں، جبتک ۲۳۶ کہ ذکر و حضور تکلف کے ساتھ ہے (تو یہ) یادکرد ہے اور جب ذکر دوام اختیار کرلے اور تکلف سے آزاد ہوجائے تو یادداشت بن جاتا ہے ؎

دارم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال — دردل زتو آرزو و در دیدہ خیال

[میں ہر جگہ ہر شخص کے ساتھ ہر حال میں، دل میں تیری آرزو اور آنکھ میں تیرا خیال رکھتا ہوں]

آپ کوشش کریں کہ ماسوا کا خیال دل سے اس طرح جاتا رہے کہ اگر سالہا سال قصد و تکلف کیا جائے تو اس نسیان کے باعث جو کہ دل کو ماسوائے حاصل ہو چکا ہے غیر کا خیال (دل میں) نہ گذرے، یہ حالت فنائے قلب کی تعبیر کی جاتی ہے اور ولایت کے طریقوں میں پہلا قدم ہے ع

ایں کار دولت ست کنوں تا کرا دہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے کس کو عنایت کرتے ہیں]

جو احوال کہ آپ نے دیکھے ہیں روشن اور عالی ہیں اور مناسبت تامہ کی خبر دیتے ہیں حق سبحانہ ترقیات عطا فرمائے والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۷۰

میرزا محمد امین بخاری کے نام اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے کیا تھا کہ انبیا علیہم الصلوٰت والبرکات مقامِ رضا میں تھے تو پھر آیۂ کریمہ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ کس معنی میں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ العلی الاعلیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علی سید الوریٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلیٰ الہ واصحابہ البررۃ التقی، گرامی نامے کے صدور سے مشرف ہوا (دعا ہے کہ) سلامتی اور عافیت کے ساتھ رہیں اور شریعت و سنت کے طریقے پر قائم رہیں اور صورت سے حقیقت میں آئیں اور ظل سے اصل کی طرف مائل ہوں۔ آپ نے لکھا تھا کہ اخلاص و محبت روز بروز ترقی پر ہے، اس پر اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے، امید ہے کہ محبت کی آگ مشتعل ہو اور شعلۂ شوق بلند ہو جائے تاکہ ماسوا سے پوری طرح رہائی دلا دے اور مقصدِ اعلیٰ تک پہنچا دے۔

آپ نے لکھا تھا کہ انبیا علیہم الصلوات والبرکات مقامِ رضا میں تھے تو پھر آیۂ کریمہ
پ ۳۰ ۵ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ [اور البتہ عنقریب آپ کا رب آپ پر خاص انعام فرمائیگا پس آپ خوش ہو جائیں گے] کس معنی میں ہے۔ میرے مخدوم! رضا دو قسم پر ہے ایک وہ رضا ہے جو عطیہ کے وجود سے پہلے ہے، انبیا علیہم الصلوات والبرکات کو آج یہ رضا حاصل ہے، عطیہ و عدمِ عطیہ اور نعمت و نقمت اس رضا میں برابر ہیں جو کچھ اس (اللہ تعالیٰ کی) طرف سے پہنچتا ہے اور تقدیرِ ازلی اس پر جاری ہوتی ہے وہ (انبیا علیہم السلام) اس پر راضی ہیں اور ایک رضا عطیہ کے بعد ہے،
ص ۲۲۲ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت کے روز جب بیشمار عطیات و انعامات یعنی امت کی شفاعت و مغفرت کا قبول ہونا اور عرش پر جلوس فرمانا وغیرہ حاصل ہوں گے تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے "بہت ہے میں راضی ہوا"۔ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے انھوں نے کہا کہ

"اے اہلِ عراق! تم کہتے ہو کہ قرآن مجید میں سب سے زیادہ امید والی آیت لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ[1] [تم اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو] ہے اور ہم اہلِ بیت اس کے قائل ہیں کہ امید وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى میں زیادہ ہے کیونکہ حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (اس بات سے) راضی نہیں ہوں گے کہ آپ کی امت کا کوئی ایک شخص بھی دوزخ میں رہے۔" میں کہتا ہوں ہو سکتا ہے کہ عام مخلوق کے اعتبار سے زیادہ امید والی آیت پہلی آیت ہو اور اس امت کے اعتبار سے زیادہ امید والی آیت دوسری آیت ہو، دونوں رضاؤں میں یہ فرق دو معلوموں کے حال کے فرق کے اعتبار سے دو علموں کے فرق کی مانند ہے اس لئے کہ حق سبحانہٗ تمام اشیاء کو علمِ ازلی سے جانتا ہے اس کے باوجود فرماتا ہے وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ[2] (اور تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ کون اس کی اور اس کے رسول کی غیب کے ساتھ مدد کرتا ہے) (نیز فرماتا ہے) فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ[3] (پس اللہ تعالیٰ آزمائش کے ذریعہ البتہ ان لوگوں کو معلوم کریگا جو سچے تھے اور البتہ ان لوگوں کو بھی معلوم کریگا جو جھوٹے تھے) وغیرہ، علمِ ازلی وجودِ اشیاء سے پہلے اشیاء کا علم ہے اور دوسرا علم وجودِ اشیاء کے بعد کا علم ہے اور یہ دونوں علم مختلف ہیں، اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ فَتَرْضٰى کے معنی رضا میں اضافہ ہیں۔ اصل رضا پہلے حاصل تھی اور اب رضا میں اضافہ حاصل ہو جائیگا اگر یہ کہا جائے کہ آنسرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دائمی رضا کے ساتھ متصف ہیں تو پھر امام (محمد باقرؓ) کا قول کہ "آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) راضی نہیں ہوں گے کہ ان کی امت کا کوئی ایک شخص بھی دوزخ میں جائے" کس معنی میں ہے؟ اور رضا و عدمِ رضا ایک مقام میں کس طرح جمع ہوں گی۔ (جواب) میں کہتا ہوں کہ "راضی نہ ہوں گے" کے معنی یہ ہیں کہ شادمان و مسرور نہیں ہوں گے، مسرور نہ ہونا جو کہ حزن ہے رضا بقضا کے منافی نہیں ہے کہ ایک وقت میں جمع نہ ہوں اس لئے کہ سخت مصائب میں مومن مسرور نہیں ہوتا بلکہ مغموم و محزون ہوتا ہے اس کے باوجود رضا بقضا رکھتا ہے، اَلْعَيْنُ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ يَحْزَنُ وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ[4] (آنکھ روتی ہے اور دل غمگین ہوتا ہے اور اے ابراہیم! بیشک ہم تیری جدائی میں غمگین ہیں) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے اور سورۂ طٰہٰ میں رضا اسی معنی میں ہے لَعَلَّكَ تَرْضٰى یعنی شاید کہ تو خوش ہو جائے اور سورۂ والضحیٰ میں بھی اگر رضا کو سرور و خوشی کے معنی میں لیا جائے تو اصل سوال رفع ہو جاتا ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

❀

---

[1] سورت ۳۹ آیت ۵۳ [2] سورت ۵۷ آیت ۲۵ [3] سورت ۲۹ آیت ۳

[4] یہ ایک متفق علیہ حدیث کا ٹکڑا ہے جو مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب البکا میں مروی ہے۔

مکتوب ۱۷۱ ۲۲۳

حافظ عبد اللہ سندی کے نام نصیحت کرنے اور حال کی تعبیر کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ کے خط نے پہنچ کر مسرور کیا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور دوستوں کی یاد سے غافل نہیں ہیں، اوقات کو ذکر و فکر سے آباد رکھیں اور مولائے حقیقی جل شانہٗ کو راضی کریں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں۔ وہ حال جس میں آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہٖ وسلم کو دیکھا ہے اور شیطان کے شر سے محفوظ رہے ہیں عمدہ و واضح ہے، دو شیطان گویا آفاقی شیطان اور انفسی شیطان ہیں جو شیطان کہ زہر خوردہ اور مُردہ ہے پھر اُس نے دوا کھا لی ہے اور خون اس کے مُنہ، ناک اور کان سے نکل کر وہ زندہ ہو گیا ہے وہ آفاقی شیطان ہے کہ گناہوں کے زہر سے ابدی موت میں گرفتار ہوا ہے اور چند روزہ دنیاوی زندگی سے زندہ ہوا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کا یہ مرنا آپ کی نسبت سے ہو کہ آپ اس کے بہکانے سے محفوظ رہے ہیں اور حقیقت میں وہ دنیا کے باقی رہنے تک زندہ ہے اور دوسرا شیطان کہ جس کا انجام مرنا ہے انفسی شیطان ہے جو کہ نفسِ امارہ ہے تزکیہ کے مختلف مدارج طے کرنے کے بعد اس کا نابود ہونا اور مرنا اس کی فنا کی استعداد کی بشارت ہے کہ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا [مرنے سے پہلے مر جاؤ] میں اس فنا کی طرف اشارہ ہے اور ولایتِ خاصہ اس فنا پر موقوف ہے۔ آفاقی شیطان بیرونی دشمن ہے اور انفسی شیطان اندرونی دشمن ہے، بیرونی دشمن اندرونی دشمن کی مدد کے بغیر کام نہیں کر سکتا اور جب اندرونی دشمن یعنی اوصافِ ذمیمہ مر جائیں اور نفس تزکیہ حاصل کر لے تو امید ہے کہ بیرونی دشمن کے شر سے نجات حاصل ہو جائے، والسلام

مکتوب ۱۷۲

سید نعمت اللہ بنگالی کے نام ان کے واردات کی شرح اور حال کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ کے مکتوب نے جو عالی واردات اور خوش احوال پر مشتمل تھا پہنچ کر مسرور کیا ایک حال میں آپ نے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی (قدس سرہٗ) سے عنایات دیکھی ہیں اور دوسرے
حال میں آنسرور علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام سے عنایات مشاہدہ کی ہیں اور تیسرے حال میں مومنین اور جان ۲۲۴

(مونگے) کی بارش آپ کے سر پر برستی ہے، اس کے بعد آپ نے معلوم کیا ہے کہ یہ بارش آپ ہی سے ہے۔ یہ تینوں حال عمدہ و روشن ہیں۔ اور یہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ آنسرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو انگشتری عطا فرمائی ہے جس میں نگینہ نہیں ہے، شاید کہ انگشتری کمالاتِ ولایتِ محمدی سے کنایہ ہو اور نگینہ ولایتِ احمدی سے عبارت ہو۔ پھر اسی واقعہ میں آپ نے دیکھا ہے کہ آپ سے نور کا ستون ظاہر ہوا، اس کے بعد یہ ستون دو ٹکڑے ہو کر ہر ایک (ٹکڑا) آدمی کی صورت میں متمثل ہو گیا، اس کے بعد آپ نے دیکھا ہے کہ ان (دونوں ٹکڑوں) کے نور سے ایک دنیا منور ہو جاتی ہے اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آواز آئی کہ ان دونوں (ٹکڑوں) کے انوار تجھ سے ہیں" یہ نورانی ستون آپ کی حقیقت ہے اور یہ دونوں ٹکڑے جو کہ آدمی کی صورت میں متمثل ہو گئے گویا آپ کے لطائفِ عالمِ خلق و لطائفِ عالمِ امر ہیں اور چونکہ ان لطائف میں سے ہر ایک اپنے کمال کو پہنچ گیا اور نورانی ہو گیا ہے اس لئے ایک دنیا ان سے منور ہو گئی ہے اور یہ ایک نادر بشارت ہے۔ اور یہ جو آپ نے حقیقۃ الحقائق کے ساتھ ملحق ہونے اور مرکز سے حصہ پانے اور سید الرسل علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ اتحاد حاصل ہونے کی بابت لکھا تھا واضح ہوا اور خوشی کا سبب ہوا، اَللّٰھُمَّ زِدْ [اے اللہ! اور زیادہ فرما] والسلام علیکم وعلی من لدیکم۔

مکتوب ۱۷۳

سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام کمالاتِ محبت اور اُن پر شوق دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حق سبحانہٗ و تعالیٰ فیض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، گرامی نامے نے پہنچ کر مسرور کیا اور آپ نے ولولۂ شوق، وفورِ محبت اور بے قراری و بے چینی کا جو کہ حد سے زیادہ ہے اظہار کیا تھا واضح ہوا بیشک ع

در عشق چنیں بو العجبیہا باشد [عشق میں ایسی ہی بوالعجبیاں ہوتی ہیں]

اس قسم کا شوق و محبت طالبین کی آرزو اور سالکین کی تمنا ہے جو مقصد کے چہرہ سے پردہ ہٹاتا ہے اور برسوں کے معاملہ کو ساعتوں میں طے کرا دیتا ہے گرفتارانِ قیدِ عقل اس محبت کی قدر نہیں جانتے اور اس جنون کو عیب و علت سمجھتے ہیں اگر اُن پر اس معما کا ایک بال برابر بھی پردہ کھل جائے تو وہ بھی اس جنون کے دیوانے ہو جائیں اور صد آرزو کے ساتھ قیدِ عقل سے کنارہ کش ہو جائیں ؎

عقل گر داند کہ دل دربندِ زلفش چوں خوش است عاقلاں دیوانہ گردند از پئے زنجیرِ ما

[اگر عقل جانتی کہ دل اس کی زلف کی قید میں کتنا خوش ہے تو عقلمند لوگ پاؤں کی زنجیر کے لئے دیوانے ہو جاتے]